خیر الاذکار فی مناقب الابرار

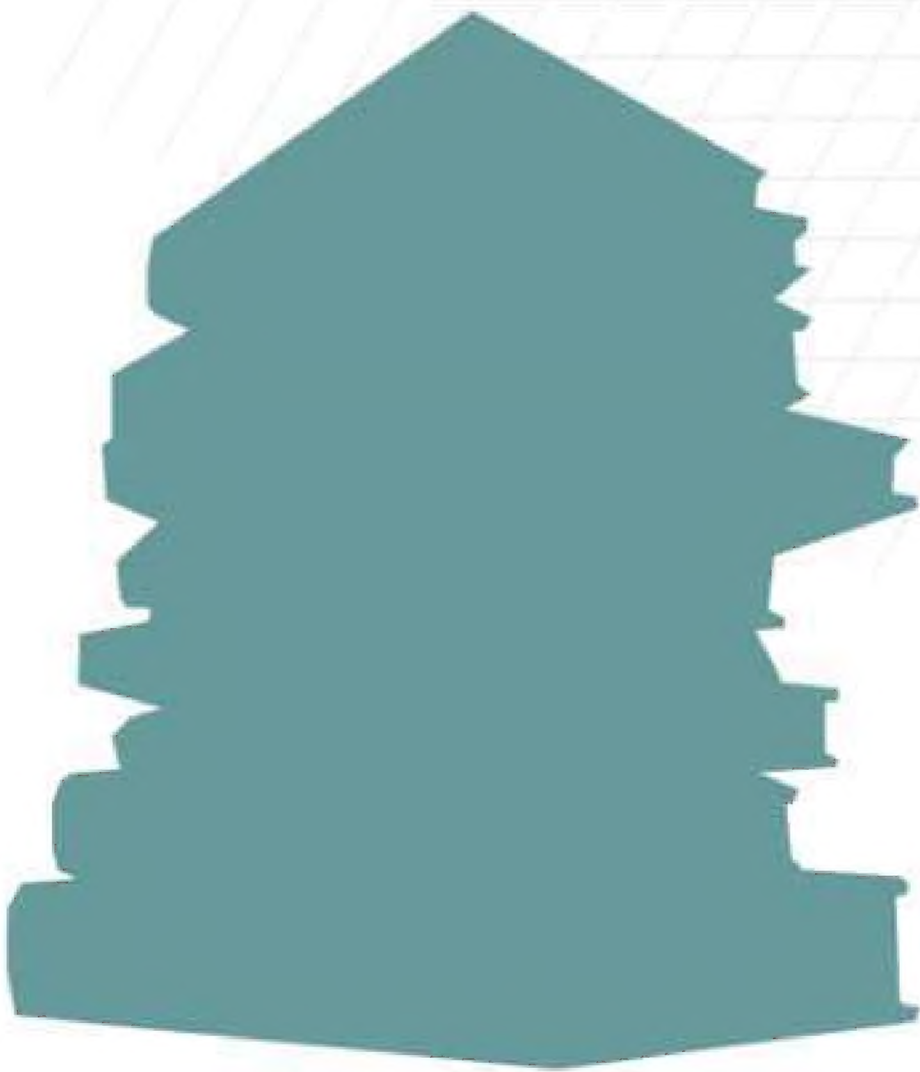
از:

مولوی محمد گھلوی

[مریدِ خواجہ نور محمد ثانی نارووالہؒ]

ترتیب وتہذیب وحواشی:

عبدالعزیز ساحر



خیر الاذکار فی مناقب الابرار

از:
مولوی محمد گھلوی
[مریدِ خواجہ نور محمد ثانی نارووالہؒ]

ترتیب و تہذیب و حواشی:
عبدالعزیز ساحر

قلم کار بیٹھک، واہ کینٹ

ضابطہ

نام کتاب:	خیر الاذکار فی مناقب الابرار
مصنف:	مولوی محمد گھلوی
ترتیب وتہذیب:	عبدالعزیز ساحر
حروف چینی:	محبوب عالم
اشاعت:	بارِاوّل ۲۰۱۰ء/۱۴۳۱ھ
صفحات:	۱۴۱
ہدیہ:	۱۰۰روپے
ناشر:	قلم کار بیٹھک، واہ کینٹ

قبلۂ عالم و عالمیاں خواجہ نور محمد مہارویؒ

اور

غوثِ زمین و زماں خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ

کے

نام

اگر سیاہ دلم داغِ لالہ زارِ توام
وگر کشادہ جبینم گلِ بہارِ توام



مزامیر

مقدمہ

خیر الاذکار فی مناقب الابرار سلسلۂ چشتیہ کا ایک نہایت ہی اہم مجموعۂ احوال ومناقب ہے۔ اس مجموعے میں: فخرِ جہاں شاہ فخر الدین محمد دہلوی، قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی، خواجہ نور محمد ثانی نارووالہ اور حافظ محمد سلطان پوری کے احوالِ کریمہ اور ملفوظاتِ گرامی شامل ہیں۔ اس دُرِ بے بہا کے مرتب اور جامع مولوی محمد گھلوی ہیں۔ مولوی محمد، گھلواں [علی پور۔ مظفر گڑھ] کے رہنے والے تھے۔ وہ کب پیدا ہوئے اور انھوں نے کب وفات پائی؟ تذکرے اور طبقات ان کے ذکرِ خیر سے خالی ہیں۔ ان کی زندگی کے اہم احوال اور واقعات پردۂ گمنامی میں ملفوف ہیں، کیوں کہ انھوں نے خود بھی کہیں اپنے احوال کی صورت آرائی نہیں کی۔ وہ سلسلۂ چشتیہ کے روایتی عجز وانکسار میں رنگے ہوئے تھے۔ لے دے کر خیر الاذکار ہی وہ واحد ماخذ ہے کہ جس میں کہیں کہیں ضمنی طور پر وہ اپنے نصابِ حیات کے مختلف کوائف کی ورق گردانی کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن یہاں بھی ان کی ذاتی کیفیات کا آہنگ اس قدر مدھم اور مبہم ہے کہ وہ بلند ہو کر سُر تال کی بُنت میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، بلکہ یہ محض لے کی اٹھان اور طوالت میں معاون ہوتا ہے اور یوں لے کی اس طویل اٹھان سے رنگ وآہنگ کی پوری اور مکمل تصویر نہیں بن پاتی۔

[۱]

خیر الاذکار کے مطابق: مولوی محمد گھلوی کے والدِ مکرم کا اسمِ گرامی غلام محمد تھا۔ مولوی صاحب موصوف خواجہ نارووالہ کے دامنِ رحمت سے وابستہ تھے(۱)۔وہ اپنی زندگی کا طویل دورانیہ: حاجی پور، سلطان پور اور مہار شریف کے مابین محوِ سفر رہے۔ خیر الاذکار سے ان کے دیگر اسفار کی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔ان اسفار سے ان کی سفر پیمائی کا اندازہ ہوتا ہے۔زندگی کے مختلف ایام میں وہ کسی بھی مقام پر زیادہ دیر فروکش نہیں رہے۔خیر الاذکار میں ہے کہ وہ تین سال مسلسل یارے والی میں اقامت پذیر رہے اور گاہے بگاہے سلطان پور میں حافظ محمد کی صحبت سے مشرف ہوتے رہے۔حافظ صاحب موصوفؒ بھی کبھی کبھار بادِ بہاری کی طرح ان کی طرف ملتفت رہے(۲)۔باہمی محبت کا یہ سلسلہ حافظ صاحب کی وفات تک جاری رہا۔بعد میں مولوی محمد گھلوی، حافظ صاحب کے مزارِ فیض آثار کی زیارت سے بھی کسبِ فیض کرتے رہے(۳)۔

تاریخِ مشائخِ چشت کے مؤلف پروفیسر خلیق احمد نظامی نے مولوی صاحب کو حضرت نارووالہ کے خلفا میں شمار کیا ہے(۴)، مگر ان کی خلافت کا ذکر نہ تو خیر الاذکار میں آیا ہے اور نہ ہی دیگر معاصر تذکار میں۔البتہ انھیں کثرت سے اپنے شیخ کی مجالس میں حاضر باشی کی سعادت میسر رہی اور جب کبھی وہ ان کی مجالس سے دور ہوئے، تو مکاتیب کی صورت میں شیخ کی توجہ اور شفقت ان کے شاملِ حال رہی(۵)۔وہ ارادت اور عقیدت کا بے مثال مجسمہ تھے اور خیر الاذکار کا ایک ایک لفظ ان کی محبت اور عقیدت کیشی پر گواہ ہے۔

[۲]

مولوی محمد گھلوی اپنے عہد کے بہت پڑھے لکھے اور عالم و دانا انسان تھے۔ ساری زندگی درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ انھوں نے خیر الاذکار کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھیں اور بہت سی کتابوں پر حواشی اور تعلیقات بھی تحریر کیے۔ شرح نگاری میں بھی وہ بلند مرتبے پر فائز تھے۔ ان کی کتابیں ان کی علمی متانت اور وقار کی آئینہ دار ہیں۔ تونسہ مقدسہ اور مکھڈ شریف کے کتب خانوں میں ان کی مندرجہ ذیل تالیفات محفوظ ہیں:

کتب خانہ تونسہ مقدسہ:

- شرحِ سکندر نامہ [۲ جلدیں] (۶)
- شرحِ یوسف زلیخا (۷)
- شرحِ بوستان (۸)
- حاشیہ تحفۃ الاحرار
- حاشیہ بر مخزنِ اسرار
- شرحِ مطلع الانوار (۹)
- شرحِ کریما
- شرحِ تحفۃ النصائح (۱۰)
- شرحِ گلستان
- شرحِ نامِ حق (۱۱)

کتب خانہ مولانا محمد علی مکھڈ شریف:

- شرحِ بوستانِ سعدی [۳ نسخے]

مکتوبہ: سید نذر شاہ مکھڈی: ۱۲۸۴ھ

مکتوبہ: عبدالمجید: س۔ن

مکتوبہ: نامعلوم: س۔ن

- شرحِ پند نامہ عطار: [۲ نسخے] (۱۲)

مکتوبہ: اللہ جوایا مہاروی: س۔ن

مکتوبہ: عبدالمجید: ۱۲۸۸ھ

- شرحِ سکندر نامہ [جزِ اوّل]

مکتوبہ: اللہ جوایا مہاروی: ۱۲۸۹ھ

- شرحِ سکندر نامہ [جزِ ثانی]

مکتوبہ: اللہ جوایا مہاروی: ۱۲۸۹ھ

- شرحِ یوسف زلیخا جامی [۳ نسخے]

مکتوبہ: نامعلوم: ۱۲۹۴ھ

- شرحِ سبحۃ الابرار جامی (۱۳)

[۴]

مولوی محمد گھلوی شاعر بھی تھے۔ فارسی اور عربی میں ان کی منظومات ان کے تخلیقی شعور اور جمالیاتی وجدان کی ترجمان ہیں۔ خیر الاذکار [نسخہ الف] کے آخر میں ان کی چار منظومات بھی شامل ہیں۔ ان تخلیقات کی حیثیت تبرک کی ہے، لہٰذا انھیں یہاں نقل کیا جاتا ہے (۱۴):

نعت

ای سرِ پیغمبراں مشتاقِ دیدارِ توام — ای شفیعِ عاصیاں مشتاقِ دیدارِ توام
تو پادشاہی من گدا، تو قبلہ من قبلہ نما — ای پیشوای مرسلاں مشتاقِ دیدارِ تو ام
در عرصۂ کون و مکاں دادت خُدا حکمی رواں — سلطاں سریرِ کن فکاں مشتاقِ دیدارِ تو ام
دیدی جمالِ کبریا گشتی برازش آشنا — شہبازِ اوجِ لامکاں مشتاقِ دیدارِ تو ام
داری جمالِ بوالعجب عالم براہت جاں بلب — ای راحِ روحِ خستگاں مشتاقِ دیدارِ تو ام
از ہولِ آں روزِ پسیں دارم دلِ اندوہگیں — ای چارۂ بی چارگاں مشتاقِ دیدارِ تو ام
جز تو ندارد از کسی اُمیدِ یاری مفلسی — ای غم گسارِ بی کساں مشتاقِ دیدارِ تو ام
زیرِ لوایت انبیا محتاج تو شاہ و گدا — ای فیض بخشِ ہمگناں مشتاقِ دیدارِ تو ام

مناجات بجنابِ سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ

یا حبیب الالٰہ خذبیدی — ما لعجزی سواك مستندی
کن رحیما لذلتی وا شفع — یا شفیع الوریٰ الی الصمدی
اعتصامی سوا جنابك لی — لیس یا سیدی من الاحدی
غیر عونك فلیس فی الدارین — لعلیل ذلیل معتمدی
صلواتی علیك فی الماوین — کان متجاوزا الی العددی
و علی اهل بیته طرا — و علی آله الی الابدی
و علی الصحب کلهم اجمع — هم نجوم الهدی الی الرشدی

وعلی التابعین هم کانوا لخیام السداد کالوتدی
استغیثو العاجزِ مضطر شمروا ذیلکم الی المددی

غزل

یاد باد آنکہ ترا لطفِ نظر بر مابود دستِ ما خیلِ گدا بہرہ وراز ذیلِ شما بود
طالعِ ما مددی کرد کہ بستیم بتو عہدِ شاہی و غلامی کہ بمیثاقِ وفا بود
شکر صد شکر کہ ایمانِ من اکنوں شدہ راست رستم از جہل و خطا قسمتِ ما دینِ ہدا بود
شاد ای دل کہ ز درگاہِ شہاں یافتہ ام ایں اماں نامۂ ابدی کہ بامضای خُدا بود
یاد باد آنکہ بمشکوی تو ای بندہ نواز بندہ بر شمعِ جمالِ تو عجب شیدا بود
صد چومن محوِ تماشای تو در جلوۂ ناز اندراں حلقہ زخود رفتہ و برخاک فدا بود
نیم بسمل شدہ آنجا زنگاہِ تو دلِ ما باللہ ایں طرفہ ادا بود کہ در دورِ قضا بود
بزمِ تو رشکِ ارم بود کہ داریم بیاد لعلِ تو قوتِ رواں خندہ طرب افزا بود
یاد باد آنکہ بدمسازیِ احباب دگر حضرتِ وصلِ توام مایۂ صد ذوق وصفا بود
مصطفیٰ نورِ خُدا نورِ رخش وقفِ شما لاجرم فیضِ تو برما ہمگیں نور و ضیا بود
صورت و سیرتِ تو ہمہ ارشاد بہ دل ہا بود قول و فعلِ تو بدیں رہبر و ہم قبلہ نما بود
ہر زماں ساقیِ ابرار ہمی داد بہر یک ساغرِ وحدۃ شور [کذا] ہمگی وجد وفنا بود
بندگاں مہرِ ترا یاد کناں آہِ زناں عیشِ شاں دار بداں گونہ کہ با برگ ونوا بود
من بداں حضرتِ عالی کہ غمش سینہ گداخت رسم آخر بہ نشاطی کہ بداں دلبرِ ما بود
گرچہ بدکارم و بیکارم اما بدو صد دل دارم امید بشاہی کہ نگاہش بگدا بود

غزل

صبا بکوچۂ آں یار چوں ہمی گذری — اذا لقيت حبيبی فقل له خبری
ترا چہ سود کہ مارا بہ ہجر می سوزی — فان فرحت بهذا رضيت فی ضرری
بکنجِ درد چہ شب ہا نشستہ ام شیدا — عسی جمالك يجلو علیّ كالبدری
ز دیرِ عشق نیارم کہ پا بروں آرم — هنا يكون مقامی و منتها عمری
بیادِ روی تو از دیگراں تہی شدہ ام — فما وجدت ببالی سواك من اثری
بطاقِ ابروی تست ایں دلِ حزیں مائل — لقد اقرّ سجودی اليك فی القدری
ہمیں بس از تو کہ داغِ غلامیم زدہ ای — فما لعبدك فوق القبول من فخری
شہا زلطفِ نگاہی کہ من گدای تو ام — علی رضالك طوفی بلطفكم نظری

[۴]

زندگی کے آخری ایام وہ اپنے گاؤں گھلواں میں اقامت پذیر رہے۔ حاجی پور اور اس کے گرد و نواح میں مشہور ہے کہ ان کی وفات گھلواں میں ہوئی، لیکن ان کی وصیت کے مطابق ان کا جسدِ خاکی تدفین کے لیے حاجی پور لایا گیا (۱۵)۔ ان کی قبر خواجہ نارووالہ کے مزار کے قریب ہے۔ قبر پر کسی بھی نوع کا کوئی کتبہ نصب نہیں، جس سے ان کی زندگی کے احوال اور سنۂ وصال کا تعین ہو سکے۔ رانا غلام یٰسین (۱۶) نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ:

"حاجی پور میں مزار شریف میں داخل ہونے کا راستہ (مین دروازہ) شمال کی طرف ہے۔ آگے وسیع صحن ہے۔ پہلے مزار کے اندر جانے کا دروازہ

بھی شمال کی طرف تھا، لیکن اب اسے جالی لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ اسی دروازے سے ملحق مسجد ہے۔ اب دروازہ مشرق کی طرف ہے، جس کے آگے ایک ہال ہے۔ اس کے تین دروازے شمال کی طرف ہیں اور تین جنوب کی طرف ہیں۔ مزار کے جنوب کی طرف بہشتی دروازہ ہے، جب کہ مغربی سمت میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ مزار شریف کے اندر کل چھے قبریں ہیں۔ حضرت نارووالہ کے مزار کے مغرب میں بالترتیب تین مزار ہیں۔ حضرت خواجہ غلام رسول، حضرت نور محمد ثانی، حضرت محمد ثانی...... خواجہ صاحب کے مزار کے مشرق میں بالترتیب دو مزار ہیں۔ حافظ محمد سئیں، خواجہ غلام رسول المعروف اللہ ڈیوایا۔ مشرقی دروازے کے سامنے ہال سے ملحقہ خواجہ منظور فرید کا مزار ہے۔ ہال کے جنوبی دروازوں کے باہر بہشتی دروازے کے مشرق میں تین قطاروں میں کل ۲۳ قبریں ہیں۔ بہشتی دروازے سے ملحق مشرق میں پہلا مزار حضرت نارووالہ کے والد صاحب کا ہے۔ اس کے بعد ۷ قبریں ہیں۔ دوسری قطار میں مغرب سے مشرق میں ۱۰ قبریں ہیں اور تیسری قطار میں پانچ۔ بابِ جنت کے مغرب میں وسیع قبرستان ہے، جو مزار کی پشت سے ہوتا ہوا مسجد تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی قبرستان کی جنوبی سمت میں دوسری قطار میں مشرق سے مغرب کل ۱۰ قبریں ہیں۔ مشرق سے مغرب کی طرف گنتی کریں، تو ۴ نمبر پر حضرت گھلوی کا مزار ہے۔" (۱۷)

[۵]

خیر الاذکار فی مناقب الابرار تین فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے ملفوظاتِ گرامی کو محیط ہے۔ دوسری فصل کی ابتدا میں مؤلف نے اپنے نام خواجہ نور محمد ثانی نارووالہ کے چار رقعات نقل کیے ہیں۔ مکتوباتِ گرامی کی تحفیظ کے بعد خواجہ نارووالہ کے ملفوظات اور احوال قلم بند ہوئے ہیں۔ تیسری فصل حافظ محمد سلطان پوری کے احوال و مناقب سے متعلق ہے۔ تینوں فصلوں کی ابتدا میں مؤلف نے میاں آدم جیو اور سید علی بخش شاہ اجمیری کی وساطت اور روایت سے تیمناً اور تبرکاً فخرِ جہاں خواجہ فخر الدین دہلوی کے تین واقعات نقل کیے ہیں۔ یوں یہ مجموعۂ گرامی چشتیہ سلسلے کے چار جلیل القدر عارفوں کے احوال، مناقب اور ملفوظات کا ترجمان ہے۔

خیر الاذکار کس زمانے میں مرتب ہوا؟ مولوی محمد گھلوی نے کہیں بھی اس راز سے پردہ نہیں اٹھایا۔ نہ ہی پورے رسالے میں کہیں سنہ و سال کا تذکرہ ہوا کہ جس سے رسالے کی تحریر و تسوید کے زمانے کا اندازہ ہو سکے۔ خود مولوی صاحب کے احوال و آثار کی عدم دستیابی کی وجہ سے بھی اس رسالے کی زمانی حیثیت کا تعین دشوار ہے۔ البتہ خیر الاذکار میں ایک واقعہ مذکور ہے، جس سے رسالے کی ترتیب و تہذیب پر قدرے روشنی پڑتی ہے۔ مولوی محمد گھلوی نے لکھا ہے کہ:

> ''[نقل از میاں محمد جوئیہ مرحوم آنکہ اہلِ پردۂ آنحضرت قبلہ] در حینِ حیاتِ ایشان اکثر اوقات بمرضی گرفتاری بودند و خود بدولت از آمدن و رفتن بمہار شریف برای زیارت و مصاحبتِ حضرت قبلۂ عالم [و عالمیان] قدس سرہ ہیچ گاہی از عادتِ مستمرہ تفاوت نمی کردند۔ یکبار چنان اتفاق شد کہ حضرت مائی صاحبہ رضی اللہ [تعالیٰ] عنہا تمام مریضہ بودند۔

چنانکہ تہیہ ٔ کفن ہم کردہ بودند و حضرت قبلہ ٔ من در آن حین باوجود این شدتِ مرض بسمتِ مہار شریف عازم شدند و خلق اللہ حیران بود کہ مریضِ خود را گذاشتہ چگونہ بیرون بسفر می روند؟ چون آنحضرت بدان عزم از شہرِ حاجی پور بیرون آمدند و خلق بسیار برایِ رخصت بر کاب عالی بود و ہر کس را رخصت می فرمودند۔ میاں محمد موسیٰ والا کہ از غلامانِ حضرت قبلہ ٔ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] و [از] خادمانِ این حضرت [قبلہ] بود و درخدمتِ ایشان تمام گستاخ بود و بی تحاشا ہر عرض کہ کردنی بودی، می کردی۔ نزدیکِ آنحضرت رفتہ بشوخی گفت کہ: ترا ہیچ کس سخنِ راست نمی گوید کہ مریض را گذاشتہ بخدمتِ پیر [و] مرشد می روی۔ این کار کہ تو می کنی، ہیچ کس نمی کند۔ خود بدولت نزدیک شدہ در گوشِ میاں محمد موسیٰ والا فرمودند کہ: ای فلان [میاں]! مریضِ مذکور درین نوبت نمی میرد۔ پس میاں مذکور دہشت خوردہ باز استاد و تابِ دم زدن نداشت۔ آخر آن چنان شد کہ مائی صاحبہ رضی [اللہ عنہا] ازان مرض شفا یافت، بلکہ بعد از وصالِ آنحضرت سی سال زندہ ماندند۔" (۱۸)

خواجہ نارووالہ کی اہلیہ ٔ محترمہ بقولِ مولوی صاحب ان کی وفات کے بعد تیس سال تک زندہ رہیں۔ گویا وہ ۱۲۳۴ھ میں راہیِ ملکِ عدم ہوئیں۔ اگر یہ درست ہے، تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ خیر الاذکار ۱۲۳۴ھ کے بعد کہیں مرتب ہوا؟ مگر کس وقت؟...... اس سوال کا حتمی جواب نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ خیر الاذکار میں اس ایک واقعے کے علاوہ کہیں بھی کسی طرح وقت اور زمانے کے تعین کے ضمن میں کوئی ایک آدھ جملہ بھی مذکور نہیں ہوا۔

[۶]

خیر الاذکار کی زبان دری فارسی کا عمدہ نمونہ ہے۔ مرتب کا خلوص اور ارادت کیشی اس مجموعے کی حیاتِ دوام کی دلیل ہے۔ اس میں فکر و فرہنگ کا اسلوبیاتی آہنگ: شعور و ادراک کی جمالیاتی معنویت کو اپنی تمام تر رنگینی اور رعنائی کے ساتھ منکشف کر رہا ہے اور یوں اس سے ایک طرف حُسنِ خیال کے قرینے اپنے اپنے مدار میں گردش کناں رہتے ہیں، تو دوسری جانب اس کا حُسنِ آہنگ: گنجینۂ معانی کی طلسماتی فضا کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ مولوی محمد گھلوی نے مشاہداتی معنویت اور صداقتِ احساس کے مختلف اور متنوع رنگوں کے امتزاج سے ایک ایسا رنگِ سخن نکالا ہے، جو ان کے ادبیانہ اسلوب کا ترجمان بھی ہے اور ان کی متصوفانہ بصیرت افروزی کا علمبردار بھی۔

خیر الاذکار کے پیش منظر میں پھیلتا ہوا تصوف اور عرفان کا منظر نامہ: شعور و خیال کی تاب ناکی پر گواہ ہے۔ خیر الاذکار میں عرفان و یقین کی خوشبو بھی ہے اور فقہی مسائل کے رنگ بھی اور یوں خیر الاذکار کی یہ خوشبو اور اس کا رنگ و آہنگ: فکری اساس اور معنوی طرزِ احساس کے ایسے دریچے وا کرتا ہے، جن سے نظامِ چشت کا دستور العمل اپنی تمام تر جمالیات کے ساتھ منکشف ہوتا ہے اور طرزِ احساس کی یہ معنویت رعنائی خیال کے منظر نامے کو اُجال دیتی ہے۔ اُجلے اُجلے مناظر کی اس رنگینی سے وحدتِ ذات کی جلوہ آرائی کے ایسے موسم طلوع ہوتے ہیں، جن کی بو باس کہیں اور محسوس نہیں ہوتی۔

خیر الاذکار کئی حوالوں سے انفرادیت کا خزینہ ہے۔ اس کی چند نمایاں خصوصیات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ اس مجموعے میں فخرِ جہاں کی مجالس کے جو تین واقعات آئے ہیں، وہ اس مجموعے کے

علاوہ کہیں اور باصرہ نواز نہیں ہوتے۔

۲۔ اس مجموعے میں قبلۂ عالم کے جو ملفوظاتِ گرامی نقل ہوئے ہیں، وہ نہ تو خلاصۃ الفوائد میں آئے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے معاصر مجموعے میں۔ خاص طور پر انھوں نے مولوی محمد گھلوی کی فرمائش پر صوفیائے چشت کے اسمائے گرامی اور ان کے القابات پر حرکات وسکنات کی جو خوب صورت اور عارفانہ توجیہہ کی ہے، وہ اس سے قبل کہیں اور مذکور نہیں ہوئی۔ بعدازاں یہ توضیح اور تعبیر خیر الاذکار کے حوالے سے گلشنِ ابرار میں بھی نقل ہوئی اور دوسرے کئی مجموعے بھی اس کی خوشبو سے معطر ہیں۔

۳۔ اس مجموعے میں خواجہ نارووالہؒ کے چار مکتوبات بھی نقل ہوئے ہیں اور ان کے احوال وملفوظات بھی۔...... ان کے حوالے سے یہ مجموعہ بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعد میں چشتیہ سلسلے کے جتنے تذکرے بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے، ان میں خواجہ نارووالہ کے احوال اور تعلیمات کا مصدر اور مرجع یہی مجموعہ رہا ہے۔

۴۔ شاہ فخر جہاں کے مرید وخلیفہ حافظ محمد سلطان پوری کے احوال وآثار بھی اس مجموعے کی وساطت سے پہلی بار سامنے آئے۔ اگر یہ مجموعہ حافظ صاحب کے احوال ومناقب کو محیط نہ ہوتا، تو فخریہ سلسلے کے اس عظیم فرد کے احوال وآثار کہیں پردۂ گمنامی میں گم ہو جاتے۔

۵۔ اس مجموعۂ احوال ومناقب میں متعدد ایسی شخصیات کے نام اور احوال آئے ہیں، جو قبلۂ عالم اور خواجہ نارووالہ کے دائرہ اثر وعقیدت میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ غیر معروف اور گم نام ہیں، لیکن نامقبول نہیں...... کیونکہ ان کا حسنِ

قبولیت اس سلسلے کی سلکِ غلامی میں سفتہ ہونے سے عبارت ہے۔

۶۔ خیر الاذکار انیسویں صدی میں لکھے گئے چشتیہ سلسلے کے تذکروں کا بنیادی ماخذ اور مخزن رہا۔ مناقب المحبوبین، گلشنِ ابرار، مخزنِ چشت اور تکملہ سیر الاولیا میں اس کے حوالے اور اقتباسات کثرت سے نقل ہوئے۔ مابعد کے تذکروں میں بھی اس کا ذکر تو ہوتا رہا اور آج بھی ہو رہا ہے، لیکن اس کے براہِ راست حوالے کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ یوں لگتا ہے کہ اپنی تحریر و تسوید کے معاً بعد ہی یہ رسالہ کنجِ گمنامی میں دب کر رہ گیا۔ جن ذاتی کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود تھے، ان کے وارثوں نے اس کی روشنی کو عام نہیں ہونے دیا۔ صوفیانہ ادب کے خزائن کو حرزِ جاں بنانے اور بنائے رکھنے میں بھی کوئی لطف تو یقیناً ہوگا، مگر انھیں عام کرنے اور ان کی خوشبو کو پھیلانے میں بھی ایک لطف؛ ایک ترنگ اور ایک وجہِ تسکین بہر حال موجود ہے۔

[۷]

خیر الاذکار کی ترتیب و تہذیب کے دوران میں چار قلمی نسخوں کے عکس راقم الحروف کے پیشِ نظر رہے، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

الف: خیر الاذکار (عکسی نسخہ) مملوکہ مولوی محمد رمضان معینی، تونسہ مقدسہ

خیر الاذکار کے معلوم قلمی نسخوں میں قدیم ترین نسخہ ۱۲۸۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب نے نسخے کے آخر میں ۲۱ شوال ۱۲۸۸ھ کی تاریخِ تکمیل لکھی ہے۔ اس نے مادۂ تاریخ بھی کہا ہے:

چونکہ مرقوم نمودم بتمام
ہر دو ملفوظ ز شیخین امام

ہاتفی گفت مرا از خوش خوی

زہ نکو رخت بتار بخش گوی

'زہ نکورخت' کی ترکیب سے سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس نسخے کے کاتب خدا بخش چوہان ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اس رسالے میں کہیں بھی اپنے نام سے پردہ نہیں اٹھایا۔ البتہ تونسہ مقدسہ کے کتب خانے کی جس جلد میں یہ رسالہ موجود ہے، اس میں نو رسائل اور بھی ہیں۔ یہ تمام رسالے انھی کے حسنِ کتابت کا شاہکار ہیں۔ انھوں نے انتخابِ گلشنِ اسرار میں لکھا ہے کہ:

''وقتی بر خانقاہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ بتقریب عرس شریف این کمترینِ غلامان، یعنی کاتبِ حروف خدا بخش چوہان غفر اللہ لہ العصیان حاضر الخدمت بود۔'' (۱۹)

اس مجلد کے بقیہ رسائل کی تفصیل کچھ یوں ہے:

شرحِ آمنت باللہ (۲۰)

فوائد السالکین (۲۱)

نو دو نو اسمایِ بابا صاحب (۲۲)

راحت القلوب (۲۳)

مکتوباتِ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (۲۴)

فخر الحسن (۲۵)

خلاصۃ الفوائد (۲۶)

منتخب المناقب (۲۷)

انتخابِ گلشنِ اسرار (۲۸)

خیر الاذکار کے پیشِ نظر نسخے میں ہر صفحے پر تینتیس سطریں ہیں۔ ہر سطر تقریباً اٹھارہ لفظوں سے مزین ہے۔ کاتب نے ترک کا انتظام تو کہیں نہیں کیا۔ البتہ ہر صفحے پر رکاب کا التزام ملتا ہے۔ بعدازاں کسی قاری یا رسالے کے مالک نے نسخے پر صفحات نمبر بھی لگائے ہیں اور یوں صفحات کی کل تعداد تینتیس ہے۔ کاتب نے یہ رسالہ بارہ دنوں میں نقل کیا ہے، کیوں کہ اس مجلد میں اس رسالے سے قبل خلاصۃ الفوائد کا نسخہ موجود ہے، جس کی تاریخِ تکمیل ۹ شوال ۱۲۸۸ھ ہے۔

خیر الاذکار کا خط صاف اور خوانا ہے۔ تاہم عکس در عکس کے عمل سے گزرنے کے بعد اس نسخے میں کہیں کہیں لفظوں کی چمک دمک ماند پڑگئی۔ محدب عدسے کی یاوری ایسے مقامات پر لفظوں کی ماند پڑتی روشنی کو اُجالنے میں کارگر رہی ہے۔

مولوی خدابخش چوہان، خواجہ پیر پٹھان غریب نواز کے دامن گرفتہ تھے۔ وہ بغلانی [تونسہ مقدسہ] کے رہنے والے تھے اور اپنے پیر و مرشد کی ہدایت پر وہیں درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ انھوں نے سلسلۂ چشتیہ کے ملفوظاتی اور طبقاتی ادب کی کتابوں کی نقل نویسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور پھر اس کارِ خیر میں ہمہ تن مصروف رہے۔ انھوں نے راحت العاشقین [مولفۂ میاں محمد درزی] کا ایک عمدہ انتخاب بھی مرتب کیا، جسے انتخابِ گلشنِ اسرار کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ مولوی خُدابخش چوہان عربی، فارسی اور سرائیکی کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ دبستانِ تونسہ کی مختلف کتابوں میں ان کی شاعرانہ جمالیات اور تخلیقات کے عمدہ نمونے مل جاتے ہیں۔

وہ ۱۳۱۰ھ میں راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ ان کی قبر صاحبزادہ گل محمد تونسوی کے مزار کے احاطے کے باہر ہے۔

ب: خیر الاذکار مملوکہ پیر اجمل چشتی، چشتیاں شریف

چشتی صاحب کے کتب خانے کا یہ گوہرِ آب دار برادرِ عزیز و مکرم مرزا شہزاد بیگ [استاد شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، چشتیاں شریف] کی توجہ اور کرم فرمائی سے میسر آیا۔

یہ نسخہ احمد یار بن محمد امین [قوم گھلو] کا دست نوشتہ ہے۔ اس نسخے پر سنہٗ کتابت مرقوم نہیں۔ نسخہ چھپن برگ پر مشتمل ہے۔ نسخے کے مالک یا کسی قاری نے سہولت کے لیے اس پر صفحات نمبر لکھ دیے ہیں۔ اب یہ نسخہ ایک سو بارہ صفحات کو محیط ہے۔ ہر صفحے پر چودہ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً چودہ، پندرہ الفاظ ہیں۔ نسخہ رکاب کے حسنِ التزام سے مزین ہے۔ آخری آٹھ صفحات میں سے کچھ حصے شاید پھٹ گئے یا دیمک زدہ ہیں، کیوں کہ ان صفحات کی تین تین سطروں میں سے کچھ الفاظ مکمل طور پر گم ہو گئے۔ اسی طرح دس پندرہ صفحات میں بعض مقامات پر نسخہ یا تو آب دیدہ ہے یا پھر کسی دوسری افتاد کا شکار رہا ہے، جس کی وجہ سے سطور کے آخری حصوں کے الفاظ کی روشنی یا تو بجھ گئی یا بالکل مدھم پڑ گئی۔ البتہ مخطوطے کے موجودہ مالک یا کسی دوسرے عقیدت کیش نے کسی مکمل نسخے کی مدد سے ان صفحات کو مکمل کیا۔ یہ تصحیحات دوسرے نسخوں کے مطابق ہیں۔ ویسے تو یہ نسخہ مکمل ہے، لیکن اس نسخے کی مدد سے منشائے منصف کے مطابق متن کی تدوین ممکن نہیں، کیوں کہ آخری آٹھ دس صفحات کے کرمِ خوردہ مقامات کو قیاسی تصحیح سے پُر نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے مقامات پر جہاں بعض اشخاص اور مقامات کے اسما آئے ہیں، اگر دوسرے نسخے نہ ہوں، تو محض حسنِ ذوق کی سوزن کاری ان مقامات کی شیرازہ بند نہیں ہو سکتی۔ نسخہ خطِ شکستہ میں ہے اور کاتب کی پختہ نویسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ صاف اور خوانا ہونے کی وجہ سے نسخے کی خواندگی میں کہیں دقت نہیں ہوتی۔

ج: خیر الاذکار مملوکہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

اس نسخے کا عکس برادرِ گرامی ڈاکٹر معین نظامی [صدرِ شعبۂ فارسی، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور] کی کرم فرمائی سے دست یاب ہوا۔

خیر الاذکار کا یہ نسخہ ۱۲۹۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام معلوم نہیں۔ کسی زمانے میں یہ نسخہ مولوی گل محمد جیو کا مملوکہ رہا ہے۔ مولوی گل محمد جیو کون تھے؟ سلسلۂ چشتیہ کے موجود اور معلوم آثار سے اس شخصیت کی تعیین اور شناخت نہیں ہو سکتی۔ قبلۂ عالم کے چمنستانِ معرفت میں کئی شخصیات گل محمد کے نام سے معروف اور مقبول رہیں اور الحمدللہ آج بھی ہیں۔ کاتب نے مولوی صاحب کے نامِ نامی اسمِ گرامی کے ساتھ ان القابات کا تذکرہ بھی کیا: 'والامناقب ذوالمجد والمواہب مولوی صاحب مولوی گل محمد جیو سلمہ ربہ.....' لیکن محض ان القابات کی روشنی میں کسی ایک گل محمد تک رسائی ممکن نہیں۔

خیر الاذکار کا یہ نسخہ چھہتر صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر بیس سطریں ہیں اور ہر سطر تقریباً پندرہ الفاظ کو محیط ہے۔ نسخہ مکمل ہے، سوائے ان مقامات کے جو بوسیدگی کے باعث مرورِ ایام کی نذر ہوئے یا کرمِ کتابی کا رزق بن گئے۔ دیمک کی دست برد سے اس نسخے کا کوئی صفحہ محفوظ نہیں۔ دس بارہ مقامات پر صفحات بوسیدہ ہو کر پھٹ گئے اور عبارت گم ہو گئی۔ یہ مقامات ناخوانا ہیں۔ اگر باقی نسخے موجود نہ ہوں، تو محض اس نسخے کی مدد سے مکمل متن کی تہذیب اور بازیافت ممکن نہیں۔

کاتب کا خط اچھا نہیں۔ البتہ صاف ہے، جس کے باعث پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

د: خیر الاذکار [نامکمل عکسی نسخہ] مملوکہ مولوی محمد رمضان معینی، تونسہ مقدسہ

خیر الاذکار کا یہ نسخہ خواجہ محمد شریف مہاروی کے حکم اور ایما پر فضل بن میاں صدیق

اوترا نے لکھا۔ نسخے کی کتابت ۱۲ شعبان ۱۳۰۷ھ کو مکمل ہوئی۔ کاتب اسلام پور [ڈیرہ غازی خان] کا متوطن تھا۔ نسخہ صاف اور عمدہ ہے۔ اگر یہ نسخہ مکمل ہوتا، تو معلوم نسخوں میں اپنے حسنِ کتابت کے باعث سب سے زیادہ اہم اور قیمتی ہوتا۔

پیشِ نظر نسخے کا آغاز: 'سلام برسد۔ رقعۂ چہارم......' سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ نسخہ آخر تک مکمل ہے۔ اس کے ابتدائی صفحات کیا ہوئے؟ کچھ معلوم نہیں۔ موجودہ نسخے کے حاشیے بھی کہیں کہیں سے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس نسخے کے ابتدائی صفحات بھی کہیں پھٹ کر ضائع ہو گئے۔ البتہ یہ نسخہ کرمِ کتابی کی دست برد سے مکمل طور پر محفوظ رہا ہے۔ نسخے کے پچھتر صفحات ہیں۔ ہر صفحے پر تیرہ سطریں ہیں اور ہر سطر تقریباً تیرہ لفظوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

[۸]

خیر الاذکار کے ان چار نسخوں میں کہیں بھی کوئی ایسا تفاوت نظر نواز نہیں ہوا، جو معنوی اعتبار سے متن کو متاثر کر رہا ہو۔ نسخہ 'ب' اور 'ج' میں بہت ہی کم مقامات پر لفظی اختلاف ہے اور جہاں کہیں اختلاف در آیا بھی ہے، تو وہ محض الفاظ کے چھوٹ جانے یا سہوِ کاتب کی وجہ سے ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ مختلف اوقات میں یہ دونوں نسخے کسی ایک ہی نسخے سے نقل ہوئے ہیں، کیوں کہ ان میں جملوں کی ساخت، لفظوں کے فنی در و بست اور شخصیات کے اسما اور القابات میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔ نسخہ 'د' بھی ان دو نسخوں سے زیادہ مختلف نہیں۔ البتہ نسخہ 'الف' اور یہ تینوں نسخے: لفظی اور افعالی اعتبار سے خاصے مختلف ہیں۔ اختلاف کی جتنی بھی صورتیں تقابلی مطالعے کے باعث سامنے آئی ہیں، وہ لفظی اور افعالی اختلافات پر مبنی ہیں اور کاتبوں کا تصرف معلوم ہوتی ہیں، وگرنہ پیشِ نظر تمام نسخے معنوی اعتبار سے ہر قسم کے اختلافات سے محفوظ ہیں۔ ان میں کوئی ایک

جملہ بھی خیر الاذکار کے معنوی نظام پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

[۹]

خیر الاذکار کی ترتیب و تہذیب کے دوران میں:

الف: بنیادی نسخے کے متن میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، سوائے ایک مقام کے کہ جہاں جامع خیر الاذکار نے اپنے شیخِ طریقت خواجہ نارووالہ کے القابات کی ترقیم میں رحمۃ للعلمین کے لقب کو بھی شامل کیا ہے۔ راقم نے وہاں قوسین میں 'غلام' کا لفظ بڑھا کر، اس ترکیب کو غلامِ رحمۃ للعلمین کر دیا ہے۔

ب: نسخہ 'الف' میں صوفیائے کرام کے اسمائے گرامی کے بعد قدس سرہ کے لیے 'ق' کی علامت دی گئی ہے، جب کہ دیگر نسخوں میں یہ دعائیہ کلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رضی اللہ عنہ سے بدل گیا۔ نسخہ اجمل میں ایک آدھ بار کاتب نے پورا رضی اللہ عنہ لکھنے کے بجائے اسے 'رض' کی علامت سے بھی ظاہر کیا۔

ج: مولانا فخر الحق والدین محمد فخرِ جہاں کا اسمِ گرامی جہاں بھی آیا، مکمل یا مختصر صورت میں نسخہ 'الف' کے کاتب نے اسے لفظ 'مولانا' سے موسوم کیا ہے، جب کہ دیگر نسخوں میں ایسے مقامات پر 'مولانا' کے بجائے 'مولوی' کا لفظ لکھا گیا۔

د: راقم نے تنقیدی متن کی تہذیب کرتے وقت بنیادی نسخے میں دیگر نسخوں کے وہ تمام الفاظ قوسین میں شامل کر دیے، جو متن کے معنوی نظام کو متاثر نہیں کرتے۔ مثلاً: بنیادی نسخے میں اگر کسی شخصیت کے اسمِ گرامی کے بعد دعائیہ کلمات شامل نہیں اور اس کے برعکس کسی دوسرے نسخے یا نسخوں میں یہ کلمات آئے ہیں، تو انھیں قوسین میں لکھ دیا ہے، تا کہ اس طرح دیگر نسخوں کے مختلف رنگ بھی محفوظ ہو جائیں اور بنیادی نسخے

کا اپنا آہنگ بھی انفرادیت سے ہم کنار رہے۔

ہ: معروف شخصیات اور اماکن کے ساتھ ساتھ خیر الاذکار میں بعض گمنام شخصیات اور کم معروف اماکن کے نام آئے ہیں۔ راقم کی کوشش رہی ہے کہ سیاق و سباق کے تناظر میں ان پر حواشی کا اضافہ کیا جائے، تا کہ خیر الاذکار کی تفہیم بہتر انداز میں ممکن ہو سکے۔

و: خیر الاذکار کے جو اقتباسات مختلف کتابوں میں نقل ہوئے، حاشیے میں ان کی وضاحت کر دی گئی کہ خیر الاذکار کے حوالے سے کون سا واقعہ کن کن کتابوں میں در آیا اور اگر خیر الاذکار کے کسی واقعے کو نقل کرتے ہوئے کسی تذکرہ نگار نے اس میں کسی نوع کی تبدیلی یا کمی بیشی کی، تو حواشی میں اس کی وضاحت بھی کر دی گئی۔

ز: راقم نے خیر الاذکار کی ترتیب و تدوین کے دوران میں املا کے جدید فارسی اصول و ضوابط سے استفادہ کیا۔ ایک آدھ لفظ کے ضمن میں اشتثنائی صورت برتی گئی، مثلاً: آئندہ کا لفظ متن میں جہاں بھی وقت یا زمانے کے معنوں میں آیا ہے، اسے آئندہ [ء کے ساتھ] لکھا گیا ہے، لیکن اگر یہ لفظ کسی فرد کے لیے استعمال ہوا ہے، تو اسے 'ء' کے بجائے 'ی' سے لکھا گیا ہے۔ اسی طرح اشعار میں جہاں ضرورت تھی نونِ غنہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

[۱۰]

راقم نے خیر الاذکار کا تنقیدی متن مرتب کرنے کے لیے نسخۂ 'الف' کو بنیادی نسخہ قرار دیا، اس کی اختصاصی صورتیں حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ خیر الاذکار کے معلوم نسخوں میں یہ سب سے زیادہ قدیم ہے۔

۲۔ اس کے کاتب صاحبِ علم و عرفان تھے۔ (باقی کاتبوں کا مبلغِ علم کیا رہا ہے؟ معلوم نہیں۔)

۳۔ اس نسخے کے کاتب سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بیعت رکھتے تھے۔(اگر باقی کاتب بھی اس سلسلے کی سلکِ غلامی میں سفتہ تھے، تو راقم کی مطالعاتی حدود ان کے تعین میں ناکام رہی ہیں۔)

۴۔ اس نسخے کے کاتب بغلانی اور تونسہ مقدسہ میں اقامت پذیر رہے اور وہ عملاً کتابت اور فنِ کتابت سے وابستہ تھے۔ان کا ذوقِ کتابت محض اس رسالے کی نقل نویسی اور صورت گری تک محدود نہیں رہا، بل کہ ان کی دیگر مکتوبہ کتابیں بھی موجود ہیں۔

۵۔ یہ نسخہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔(بقیہ دو نسخے کرمِ کتابی کی دست برد کا شکار ہیں اور چوتھا نسخہ نامکمل ہے۔)

٦۔ اگر خیر الاذکار کا کوئی دوسرا نسخہ نہ بھی ہو، تو محض اس نسخے کی بنا پر تمام متن کی تہذیب و ترتیب ممکن ہے۔

[II]

خلاصۃ الفوائد کے مرتب قاضی محمد عمر حکیم کو خواجہ نارووالہ کا مرید بتایا جاتا ہے ،حالاں کہ جہاں بھی یہ مذکور رہا ہے، وہاں کوئی دلیل یا شہادت نہیں دی گئی۔اوّل اوّل مناقب المحبوبین اور گلشنِ ابرار میں یہ غلطی در آئی اور بعد ازاں تاریخِ مشائخِ چشت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔راقم نے اپنے ایک مضمون بہ عنوان: 'خلاصۃ الفوائد :سلسلۂ چشتیہ کا ایک اہم مجموعۂ ملفوظات' (۲۹) میں انھیں قبلۂ عالم کا دامن گرفتہ کہا ہے۔میرے سامنے بھی کوئی واضح دلیل موجود نہیں تھی، لیکن خلاصۃ الفوائد کے کئی وجدانی اشارے ضرور پیشِ نظر تھے، جن کی بنیاد پر میں نے ان کی بیعت کا انتساب خواجہ نارووالہ کے بجائے قبلۂ عالم کی طرف کیا۔الحمد للہ اب خیر الاذکار کے مطالعے کے دوران میں یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ راقم کا خیال درست تھا۔خواجہ

نارووالہ اپنی وفات سے چندروز قبل سیت پور میں قاضی محمد عمر حکیم کے زیرِ علاج تھے۔ مولوی محمد گھلوی رقم طراز ہیں کہ:

''روزی کہ قاضی موصوف حضرت قبلہ من قدس سرہ را
ضعفِ تمام دید، چشم تر کردہ عرض نمود کہ: او تعالیٰ بکرمِ
خویش آن ذات را شفائِ کلی عطا فرماید......''۔(۳۰)

مولوی محمد گھلوی نے 'قبلۂ من' کہہ کر اس افق پر پڑی دھند کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ اگر قاضی صاحب خواجہ نارووالہ کے دائرۂ ارادت میں سفتہ ہوتے، تو مولوی گھلوی اپنے شیخ کو 'قبلۂ من' کہہ کر ان کا تذکرہ نہ کرتے، جبکہ مخاطبین میں قاضی صاحب بھی شریک تھے۔ لازم تھا کہ خواجہ صاحب کا ذکر 'قبلۂ ما' کہہ کر کیا جاتا۔ ویسے احسن صورت تو 'شیخ خود' کی ترکیب سے صورت پذیر ہوتی۔

مولوی محمد کا اس مقام اور محل پر 'قبلۂ من' کہنا دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ قاضی محمد عمر حکیم، قبلۂ عالم کے مرید تھے۔

[۱۲]

خیر الاذکار کا نسخۂ اجمل چار سالوں سے میرے پیشِ نظر تھا، لیکن اس کی ترتیب و تدوین دوسرے نسخوں کی دست یابی پر موقوف رہی۔ اس سال کے آغاز میں مولوی محمد رمضان معینی اور ڈاکٹر معین نظامی نے اس کے تین نسخے بھجوا کر شاد کیا:

ہر مُو مرے بدن پہ سراپا سپاس ہے

ضیاء اللہ سیال نے حاجی پور کے صاحبزادگان کے ہاں ایک اور نسخے کی موجودگی کی خوش خبری سنائی اور اس کی عکسی نقل دلوانے کا وعدہ بھی کیا، لیکن بہت جلد وہ منظرنامے سے ہٹ کر

کہیں پس منظر میں گم ہو گیا۔ رانا غلام یٰسین، حاجی پور میں اس نسخے کے حصول کے لیے ڈیرے ڈالے رہا، مگر کامیابی سے ہمکنار نہ ہوا۔ بہر حال ان تمام دوستوں کا شکریہ کہ جنھوں نے خیر الاذکار کی ترتیب و تہذیب میں معاونت فرمائی۔

محبوب عالم کے لیے دعا ہائے فراواں...... کہ اس نے بڑی محنت اور عقیدت سے حروف چینی کا مرحلہ طے کیا، کیوں کہ فارسی کمپوزنگ اس کے لیے ہفت خواں طے کرنے سے کم نہ تھی۔

عبدالعزیز ساحر

شعبۂ اردو

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

حوالے اور حواشی:

(۱) الف: ''امابعد میگوید [بندۂ] عاصی خاکپای درویشان وگرد راہِ دل ریشان راجی [الی] رحمة الله الصمد محمد ابنِ غلام محمد کہ یکی از غلامانِ حلقہ بگوشِ خواجہ صاحب ہادی فرقۂ طلاب شمس العارفین قطب السالکین [غلامِ] رحمة للعلمین محوِ انوارِ واحدیت مستغر[قِ] بحارِ احدیت محبوبِ ربانی مظہر اسرارِ یزدانی حضرت قبلہ خواجہ نور محمد ثانی است رضی الله [تعالیٰ] عنه [وارضاه] وجعل الجنته مثواه'' ۔ [خیر الاذکار (قلمی نسخہ): مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ ۱ الف] مولوی محمد گھلوی نے شرح تحفة النصائح میں اپنا تعارف یوں کرایا ہے: ''امابعد می گوید احقر عباد اللہ العلام الصمد عبد محمد ابنِ غلام محمد غفر الله له و لوالديه واحسن البهما واليه'' ۔ [مطبع محمدی، لاہور: ۱۸۸۲ء: ص ۲]

ب: ''ہنگامی کہ بندہ را بعد از فراغِ تحصیل علم بشرفِ بیعتِ خویش سرفراز [وممتاز] فرمودند۔ در آخر تلقین چنین فرمودند کہ: اگر کسی از شما مسئلۂ شرعی پرسد، از کتاب دیدہ بگوئید۔ از تاثیرِ این لفظِ مبارک ہر جا کہ می باشم از سفر وحضر مردم از من مسائلِ شرعی می پرسند و بیان می کنم'' ۔ [خیر الاذکار (قلمی نسخہ): مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ: ۷ ب]

(۲) ''در ایامی کہ بندہ در قریۂ یارے والی نزدیکِ سلطان پور اوقات گذاری داشت ۔ اکثر بخدمتِ حافظ صاحب می رفتم وفوایدِ ایشان می گرفتم ۔ ایشان ہم از راہِ کرم و بندہ نوازی نزدِ فقیری می آمدند واندک اتفاق افتادہ باشد کہ بندہ بخدمتِ ایشان رفتہ باشد و ایشان

بمکانِ بندہ تشریف آوری نفرمودہ باشند۔ از این معنی کہ ذاتِ شریفِ ایشان حرج آمدن می کرد۔ بسیار تنگ دل می شدم وپیش ایشان عرض می کردم کہ: بندہ جہتِ حصولِ سعادتِ خود بزیارتِ سامی می آید، شما چرا این حرج می فرمایند؟ گاہی در جوابِ بندہ سکوت می کردند و گاہی می فرمودند کہ: دلِ ما، ہم دیدنِ شما را می خواہد۔ تا مدتِ سہ سال این آمد [و] رفتِ طرفین بیک دیگر متوالی بود کہ بہ تقدیرِ الٰہی از آنجا کوچیدہ در گھلواں آمدہ مقیم گشت و دولتِ سعادتِ زیارت و پای بوسیِ ایشان گاہی گاہی میسر می شد"۔ [خیر الاذکار (قلمی نسخہ): مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ ۱۵ 'الف وب']

(۳) "آخر تا بقضای او تعالیٰ صورتِ وصالِ حافظ صاحب بوقوع آمد و بندہ بزیارتِ مزارِ فیض آثار مشرف شد"۔ [خیر الاذکار (قلمی نسخہ): مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ ۱۵ 'ب']

(۴) جلد پنجم: دلّی، ادارہ ادبیات: ۱۹۸۴ء: ص ۲۷۷

(۵) مولوی محمد گھلوی کے نام خواجہ نارووالہ کے چار رقعات اس مجموعے میں شامل ہیں۔ اگرچہ ان کے نام کافی خطوط لکھے گئے، مگر وہ ان کے پاس محفوظ نہیں رہے۔ جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ: "رقعہ ہای آنحضرت زیادہ ازین بود، اما بعضی از من گم شدہ، آنچہ موجود است، در نگارش می آید"۔ [خیر الاذکار [قلمی نسخہ]: مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ ۶ 'ب']

(۶) شرحِ سکندر نامہ دو جلدوں میں مطبعِ مفیدِ عام، لاہور سے ۱۹۱۲ء سے شائع ہوئی۔ جلد اوّل کے صفحات ۳۸۰ ہیں، جب کہ جلد دوم ۳۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) شرحِ یوسف زلیخا ......شرحِ محمدیه کے عنوان سے اللہ بخش جلال الدین [لاہور] کے اہتمام سے ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۷۵ ہے۔

(۸) بوستانِ سعدی کی شرح مطبع محمدی، لاہور سے ۱۸۷۷ء کو چھپی۔ اس کے صفحات کی تعداد ۴۶۴ ہے۔

(۹) شرحِ مطلع الانوار کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں بھی محفوظ ہے۔

(۱۰) یہ مولانا یوسف، مریدِ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کی فقہی کتاب کی شرح ہے۔ مطبع گلزارِ محمدی، لاہور سے ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ شرح کا عنوان هدیة الروایح فی حلِ تحفة النصایح ہے۔ صفحات ۲۸۶ ہیں۔

(۱۱) شرحِ نامِ حق مجتبائی پریس، لاہور سے ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی۔

(۱۲) یہ شرح گلزارِ محمدی پریس، لاہور سے ۱۸۹۴ء کو شائع ہوئی۔ اس کے صفحات ۱۲۷ ہیں۔

(۱۳) شرحِ سبحة الابرار کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ گنج بخش میں محفوظ ہے۔ [حاشیہ نمبر ۶ تا ۱۳ کی معلومات ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی کتاب پاکستان میں فارسی ادب (جلد پنجم) سے ماخوذ ہیں۔ ۱۹۹۰ء: ص ۲۵۹ تا ۲۶۵]

(۱۴) مولوی خدا بخش چوہان نے اپنے مکتوبہ نسخے کے آخر میں مولوی محمد گھلوی کی یہ چار منظومات نقل کی ہیں۔ راقم نے ایک تو ان کی ترتیب بدل دی ہے اور دوسرا یہ کہ ایک غزل کو نعت کے عنوان سے موسوم کیا ہے۔ ان منظومات کے کل اشعار ۴۰ ہیں۔ پہلی غزل [یاد باد آنکہ......] عروضی آہنگ کی صوتیات کا ساتھ نہیں دے رہی۔

(۱۵) اولیائے بہاول پور کے مؤلف نے مولوی محمد گھلوی کے مدفن کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں، وہ درست نہیں۔ [رک: اولیائے بہاول پور: مسعود حسن

شہاب: بہاول پور، اردو اکیڈمی: ۱۹۸۹ء: ص ۱۲۴]

(۱۶) رانا غلام یٰسین جام پور [ضلع راجن پور] کے گورنمنٹ کالج میں اردو کے لیکچرار اور علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد میں پی ایچ ڈی (اردو) کے اسکالر ہیں۔

(۱۷) مکتوب بنام راقم الحروف: ۲۴۔ اپریل ۲۰۱۰ء

(۱۸) خیر الاذکار [قلمی نسخہ]: مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ ۹'ب']

(۱۹) انتخابِ گلشنِ اسرار کا نسخہ منتخب المناقب کے حاشیے پر لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۸۸ پر یہ عبارت موجود ہے۔ اس عبارت سے بیک وقت دو امور پایۂ تحقیق کو پہنچ رہے ہیں:

(الف): یہ کہ ان کتابوں کے کاتب مولوی خدا بخش چوہان ہیں۔

(ب): یہ کہ انتخابِ گلشنِ اسرار کے مرتب مولوی خدا بخش چوہان ہیں۔

اس انتخاب کا ایک اردو ترجمہ بھی گلشنِ ابرار کے عنوان سے چھپا ہے، جس میں مرتب کے نام کی صراحت نہیں کی گئی۔ مترجم نے اسے مولوی میاں محمد درزی کے نام سے موسوم کیا ہے، جو درست نہیں۔ اس کے ترجمہ نگار مولوی اللہ بخش رضا ہیں۔

(۲۰) شرح آمنت باللہ قطب الحق والدین بختیار کاکی سے منسوب رسالہ ہے۔

(۲۱) فوائد السالکین کو بابا قطب صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ یہ مجموعہ چھپ چکا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔

(۲۲) نودونو اسمائِ باباصاحب دو ورق پر مشتمل ایک رسالہ ہے، جس میں بابا صاحب کے ننانوے نام لکھے گئے ہیں۔ اس کے مرتب کون ہیں؟ یہ تو معلوم نہیں۔ البتہ یہ رسالہ نہایت شاندار ہے۔ سلسلۂ چشتیہ میں اس رسالے کی حیثیت ایک تبرک

اور ورد و ظیفے کی سی ہے۔

(۲۳) راحت القلوب بھی ایک وضعی مجموعہ ملفوظات ہے۔ بزمِ فرید کے عنوان سے ملا واحدی نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ بعدہٗ یہ ترجمہ عابد نظامی صاحب کے پیش لفظ کے ساتھ راحت القلوب کے نام سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور سے بھی اشاعت پذیر ہوا۔ راحت القلوب [فارسی] کے پچاسوں قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

(۲۴) مکتوباتِ شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی ...... مکتوباتِ کلیمی کے عنوان سے ۱۳۰۱ھ میں یوسفی پریس، دہلی سے شائع ہوئے۔ اس مجموعے میں ایک سو کتیس خط شامل ہیں، جن میں سے زیادہ تر خطوط حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کو لکھے گئے۔ تربیت، مجاہدہ، عرفان اور یقین اس مجموعے کے بنیادی موضوعات ہیں۔ چشتیہ ادب میں یہ مجموعہ اپنے فکری اور معنوی مندرجات کے اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

(۲۵) فخرِ جہاں خواجہ فخر الدین محمد دہلوی نے شاہ ولی اللہ کے جواب میں فخر الحسن کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی، جس میں مستند حوالوں سے ثابت کیا کہ خواجہ حسن بصری نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجهہ الکریم سے براہِ راست استفادہ کیا۔ بعد ازاں مولانا حسن الزماں حیدر آبادی نے القول المستحسن فی فخر الحسن کے عنوان سے اس کی شرح لکھی۔

(۲۶) خلاصۃ الفوائد قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب قاضی محمد عمر حکیم ہیں۔ پنجاب یونی ورسٹی کے مملوکہ دو قلمی نسخوں کی مدد سے نائلہ

نذر اعوان نے ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر معین نظامی کی نگرانی میں اس کے متن کی تصحیح کی۔ اس رسالے کے دیگر معلوم قلمی نسخوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

خلاصۃ الفوائد:

الف: مکتوبہ: مولوی خدا بخش چوہان: ۹ شوال ۱۲۸۸ھ

ب: مکتوبہ: امام بخش ولد حافظ غلام فرید مہاروی: ۳ رمضان ۱۲۹۴ھ

ج: مکتوبہ: سید رسول: ۱۶۔ ذی قعد ۱۳۰۹ھ

د: مکتوبہ: غلام فخر الدین: ظہر پنج شنبہ ۱۳۰۸ھ

ہ: مکتوبہ: غلام فخر الدین: ۱۳۲۴ھ

و: مکتوبہ: محمد موسیٰ: صبح جمعہ ۱۴ صفر ۱۳۴۴ھ

(۲۷) **مناقب شریف** [ملفوظاتِ خواجہ پیر پٹھان غریب نواز] احمد یار پاک پٹنی کا مرتبہ مجموعہ ہے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کے حکم اور ایما پر مولوی یار محمد ساکن بنڈی نے **منتخب المناقب** کے عنوان سے اس کی تلخیص کی۔ **انتخابِ مناقبِ سلیمانیہ** کے عنوان سے یہ مجموعہ پہلی بار ۱۳۲۵ھ میں حمیدیہ سٹیم پریس، لاہور سے شائع ہوا۔ مولوی اللہ بخش رضا نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ اس مجموعے کے کئی قلمی نسخے چشتیہ سلسلے کی خانقاہوں کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

(۲۸) **راحت العاشقین: گلشنِ اسرار** کے عنوان سے بھی معروف ہے اور **اخیار الاذکار فی احوالِ مختار الاخیار** بھی اسی کا نام ہے۔ مولوی چوہان نے اس کتاب کا ایک انتخاب کیا ہے، مگر اسے کسی نام سے موسوم نہیں کیا اور یوں عرفِ عام میں اسے **گلشنِ اسرار** کہہ دیا جاتا ہے، جس سے غلطی در آنے کا اندیشہ ہے۔ لازم

ہے کہ اس انتخاب کو انتخابِ گلشنِ اسرار کہا جائے، تا کہ یہ گلشنِ اسرار راحت العاشقین/ اخیار الاذکار سے علیحدہ حیثیت میں شناخت کیا جا سکے۔

(۲۹) دریافت مجلہ شعبۂ اردو: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، شمارہ ۹: ۲۰۱۰ء: ص ۱۵ تا ۲۰

(۳۰) خیر الاذکار [قلمی نسخہ]: مولوی محمد گھلوی: کاتب مولوی خدا بخش چوہان: ۱۲۸۸ھ: برگ ۸ 'الف'

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل الظلمات و النورو خلق آدم علی صورتہ فصار مرآۃ لکمال الظھور و الصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ المختار سید الابرار محمد وعلیٰ آلہٖ الاطھار و اصحابہ الاخیار ثم الرضوان و الرحمۃ علی الاولیاء الکرام الذین اخرجوا عوام الناس عن ظلمات الاوھام واد خلوھم فی دارا لسرور و الشراب اعنی القرب والوصول الی [جناب] رب الارباب ○ امابعد میگوید [بندۂ] عاصی خاکپایِ درویشان وگردِ راہِ دل ریشان راجی [الی] رحمۃ اللہ الصمد محمد ابنِ غلامِ محمد کہ یکی از غلامانِ حلقہ بگوشِ خواجہ صاحب ہادیِ فرقۂ طلاب شمس العارفین قطب السالکین [غلامِ] رحمۃ للعٰلمین محوِ انوارِ واحدیت مستغر[قِ] بحارِ احدیت محبوبِ ربانی مظہرِ اسرارِ یزدانی حضرت قبلہ خواجہ نور محمد ثانی (۱) است رضی اللہ [تعالیٰ] عنہ [وارضاہ] وجعل الجنتہ مثواہ کہ چون در ملفوظاتِ امام العارفین سلطان الزاہدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین گنج شکر مسعود اجودھنی رضی اللہ عنہ (۲) مسطوراست کہ: زہی سعادتِ آن مرید کہ ہر حرفی کہ از زبانِ مبارکِ شیخ خود بشنود [و] آن را در قلم آرد کہ فردا بمقابلۂ ہر حرفی از آن طاعتِ ہزار سالہ در نامۂ اعمالِ او ثبت باشد [و] مرید را چنین باید کہ در محبتِ حق ومحبوبانِ او عمرِ خود را صرف کند کہ ہر چند محبتِ اولیا در دلش بیشتر قرب او در درگاہِ کبریا بیشتر وزین بندہ را اگر چہ از راہِ صحبتِ مشائخ [رضوان

الله علیهم] بہرۂ وافر رسیدہ، بلکہ گاہ گاہ باین نعمتِ عظمیٰ فائز گردیدہ وہم چندی از کلماتِ متبرکہ از لسانِ دُرفشانِ ایشان نشنیدہ، اما بمقتضای: عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ ۔ چند فوائد مسموعۂ خود و اکثر فوائد منقولہ از یارانِ خود در این اوراقِ قلیلہ جمع کردہ، تا فردا ذریعۂ نجاتِ منِ عاصی گردد و ناظران را وسیلہ از دیادِ محبت شود و این رسالہ را مسمّی بہ خیر الاذکار فی مناقب الابرار نمودہ بر سہ فصل مرتب کردہ [ام]۔

فصلِ اول: در مناقبِ حضرت شیخ المشائخ غیاث العاشقین سند الواصلین مطلعِ انوار الصمد منبعِ اسرار الاحد قبلۂ عالم و عالمیان کعبۂ اہلِ ذوق و عرفان [حضرت] خواجہ نور محمد مہاروی [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] (۳) کہ شیخ و امامِ حضرت قبلۂ ما مستمندان است۔

فصلِ دوم: در بیانِ مناقبِ حضرت شیخ المشائخ قطب الطریقت فرد الحقیقت حضرت خواجہ نور محمد ثانی کہ شفیعِ دارین و قبلۂ کونینِ این بندۂ عاصی است [رضی اللہ تعالیٰ عنہ]۔

فصلِ سوم: در بیانِ مناقبِ مردِ میدانِ عشقِ حقیقی و صوری حضرت حافظ صاحب حافظ [محمد] سلطان پوری [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] (۴) کہ حسبِ ارشاد حضرت قبلۂ من ذاتِ شریفِ ایشان مرا ہمچون شیخِ صحبت بودہ است کہ حضرت [شیخ] قبلۂ من [رضی اللہ عنہ مرا] فرمودہ بودند کہ: بخدمتِ حافظ صاحب گاہ گاہی شرفِ ملاقات و فیضِ زیارت حاصل می کردہ باشی و بندہ حسب الارشاد [چند گاہ] بخدمتِ ایشان آمد [و] رفت کردہ و بسا برکات از حضرتِ ایشان بدست آوردہ و حضرت حافظ صاحب [رضی اللہ عنہ] را در خدمتِ حضرت قبلۂ عالم و عالمیان خواجہ نور محمد قدس سرہ چنداں رابطۂ عشق و محبت بود کہ اکثر اوقات در مہار شریف در صحبتِ ایشان [چند ماہ] گذرانیدہ مستفید می شدند و در خدمتِ حضرت قبلۂ من [رضی اللہ عنہم] آنچنان اخلاص [و کمالِ محبت] می داشتند کہ چون قبلۂ من از حضورِ اعلیٰ، یعنی شیخ المشائخ

حضرت قبلۂ عالم نور محمد مہاروی [رضی اللہ عنہ] مرخص شدہ معاود دولت خانہ وتشریف افزای این ملک می شدند۔ حافظ موصوف [رضی اللہ عنہ] در صحبتِ ایشان در قریۂ خاص حضرت قبلۂ من کہ بر کنارۂ نالہ قطب واہ (۵) بود، چند ماہ ہم می گذرانیدند وعلی الدوام حضرت قبلۂ من در حین رفتن بسمتِ مہار شریف وباز آمدن از آنجا نزدِ حافظ موصوف [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] یک دو شب بطریق ضیافت شرفِ نزول می فرمودند ورابطۂ محبت وصدق وودادِ خدای از جانبین زیادہ [اُ بُ] از حدِ بیان بنظرِ نظارگیان متیقن بود۔ اینست باعث بیانِ مناقبِ حافظ صاحب درین رسالہ کہ قصداً در بیانِ حضرت شیخین اولین است رضی اللہ [تعالیٰ] عنہما وادام اللہ [تعالیٰ] برکاتہم علینا الی یوم القیام آمین یارب العالمین ○

فصلِ اول: در مناقبِ حضرت شیخ المشائخ غیاث العاشقین سند الواصلین قبلۂ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ [تعالیٰ] عنہ۔

واینجا اولاً سہ مناقب بطریقِ تبرک از احوال کریمہ حضرت شیخ المشائخ محب النبی محبوبِ رب العالمین فخر الاسلام والمسلمین فخر الاولین والآخرین حضرت خواجہ فخر الحق والدین محمد رضی اللہ [تعالیٰ] عنہ (۶) درج کردہ شد۔

نقل است از صاحبِ ذوق وشوقِ اتم میاں صاحب میاں آدم [جیو] مرحوم (۷) کہ یکی از یارانِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ بود کہ [او] می گفت کہ: من دو سہ بار در حضورِ انور حضرت مولانا صاحب [قبلہ رضی اللہ عنہ] برای شرفِ زیارت [وفیضِ صحبت] در دہلی شریف رفتہ ام وبخدمتِ ایشان اقامت نمودہ [ام]۔ ہرگاہ از کسی گویندہ خیال وراگِ ہیر ورانجھا استماع می فرمودند۔ از [غلبۂ] تلاطمِ امواجِ بحرِ عشقِ الٰہی کہ عشقِ صوری نمونہ وقطرۂ حقیقت است، از من می پرسیدند کہ: ای فلان! [ملکِ] جھنگ سیال کہ مکانِ خاص مائی ہیر (۸) است از

بلدۂ ملتان بچند [کروہ دور] شدہ و من عرض می کردم کہ: قدرِ چہل [و] یا پنجاہ کروہ مسافت خواہد بود [و] در جوابِ بندہ ہر بار کہ استفسار می فرمودند، چنین از زبانِ دُرفشان صادر می شد کہ: ای فلان! اشتیاقِ دیدنِ مکانِ مائی ہیر در خاطر جائگیر است۔ بشرطِ بقای حیات وتساعدِ مشیتِ حق تعالیٰ [یک بار] البتہ بمکانِ او خواہم رفت۔ میاں آدم می گفت کہ: این تمنای آنحضرت [از] تاثیرِ راگِ ہیرو رانجھا بود کہ بمجردِ استماعِ آن، این باعث در خاطرِ شریفِ ایشان برمی خاست، اما میسر نشد کہ مشیتِ حق تعالیٰ متعلقِ ایصالِ فیضِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ بساکنانِ ہندوستان آناً فاناً دائم بود و فاصلہ نبود کہ ہردم می رسید و خواہد ماند۔

نقل است از خادمِ جنابِ عالی شیخ العالمین قطب العارفین سند المقربین حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الحق والدین اجمیری قدس سرہ (۹) کہ نامِ آن خادم علی بخش شاہ (۱۰) بود کہ وی پیشِ [این] بندہ دو مناقب از احوالِ کریمہ واخلاقِ جمیلہ حضرت محبّ النبی محبوبِ رب العالمین حضرت مولانا صاحب [فخر الدین محمد] قدس سرہ [چنان] بیان نمودہ است۔

یکی آنکہ: من در ہنگامِ خورد سالی ہمراہِ پدرِ بزرگوارِ خویش سید ظفر علی شاہ (۱۱) سمتِ دہلی شریف رفتہ بزیارتِ [حضرت] مولانا صاحب [قبلہ] قدس سرہ یک دو بار مشرف شدہ ام۔

یک نوبت کہ ہمراہِ پدر رفتہ بودم۔ از موجبِ کمالِ رسوخِ ارادت و عقیدت کہ بجنابِ حضرت خواجۂ بزرگ می داشتند، از پدرم احوالِ تحصیلِ علمِ من و نامِ کتاب خواندنی من از راہِ کرم و کرامت می پرسیدند و پدرم بیانِ واقعہ عرض می کرد و برای کتاب بہارستان (۱۲) کہ مرغوبِ خاطرِ من بود، بسیار تلاشش می فرمودند و می گفتند کہ: کتب خانۂ ما ہمگی ملکِ شما است، اما بہارستان نزد ما نیست کہ بہ تو سپاریم۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بارِ دیگر کہ خواہید آمد، موجود کردہ بدہیم و یکی از خادمانِ حضرت خواجۂ بزرگ کہ ہمراہِ ما بود، چلم می کشید۔

روزی یک دولت مندی از مریدان و معتقدان حضرت مولانا صاحب [قبلہ] قدس سرہ برای زیارت آنحضرت در حویلی مدرسہ شریف درآمد [و] نظرش برآن چلم کش افتاد کہ چلم [را] می کشید۔ در خاطرش گذشت کہ: این مکان...... مکانِ یادِ حق تعالیٰ و ذکرِ علم حدیث و تفسیر است۔ این کس چنین بی ادبی نمودہ است کہ چلم اینجا می کشد۔ چون بدیدار فیض آثار آنحضرت رسید۔ فی الفور آنحضرت روی مبارک ازو گردانیدہ بطرف دیگر متوجہ شدند [و] وی باز از آن طرف می آمد [و] آنحضرت باز اعراض فرمودند علی هذا القیاس۔ چند مرتبہ چنین واقع شد۔ آخر آن دولت مند از معاینۂ این حالت [بسا] متاسف و حیران شدہ از حضورِ [اعلیٰ] باز آمدہ در مدرسہ پیش یارانِ آنحضرت [۲ الف] گریان و آہ زنان صورتِ حال بیان کرد کہ: امروز حضرت مولانا صاحب قدس سرہ باوجود کمالِ مرحمت و شفقت کہ در بارۂ این بندہ داشتند، روی مبارک از من گردانیدہ اند و ہر چند کہ برسمِ ادب و نیاز پیش آمدہ ام، از من اعراضِ [تمام] فرمودہ اند۔ یاران ازوی استفسار نمودند کہ: شاید از تو کدام گستاخی بوقوع آمدہ باشد؟ [وا و می] گفت: معاذ اللہ کہ در این جناب بنوعی بی ادبی کردہ باشم۔

آخر الامر یاران او را تمام براین معنی داشتند کہ: البتہ از تو چیزی بوقوع آمدہ [است] کہ موجب زوالِ شفقتِ دائمی گردیدہ۔ آن دولت مند من بعد بسیاری ملاحظۂ احوالِ خود گفت کہ: در بابِ غلامانِ حضورِ عالی ہیچ امری ناپسند از من بصدور نیامدہ، مگر آنکہ بوقتِ دخول در مدرسۂ شریفہ نظرم برحالِ آن چلم کش افتادہ [است] و در خاطرم گذشتہ کہ این کار بدعت در این مکانِ پاک کمالِ بی ادبی است۔ پس یاران گفتندش کہ: ہمین تقصیر است کہ از تو صادر گشتہ۔ پس یاری از یارانِ حضور بعرض آنحضرت رسانید کہ: فلان کس زار زار گریان در مدرسہ استادہ تمام نادم است۔ تقصیرش عفو فرمائید۔ حضرت مولانا صاحب فرمودند کہ: وی تقصیر ما کردہ است کہ عفو کنیم۔ عذر

تقصیرِ خود از آن کس خواہد کہ تقصیر او کردہ است۔ پس یاران او را از دست گرفتہ در خدمتِ آن خادم چلم کش آوردند کہ: تقصیرِ این کس را عفو کن۔ آن خادم حیران شد و گفت کہ: مرا باین کس ہرگز شناسائی نیست۔ تقصیر وی در حقِ من چگونہ صورت بندد؟ و آخر اندیشۂ خاطرش در پیشِ آن خادم بیان کردند و گفتند کہ: آنحضرت ازین واسطہ براین کس گران خاطر شدہ اند۔ خود بحضورِ عالی رفتہ تقصیرِ او عفو نمای۔ پس آن خادم برفاقتِ یارانِ دیگر در خدمتِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ رفتہ عرض کرد کہ: مولانا صاحب! من تقصیرِ او عفو کردم۔ شما ہم برای خدای تعالیٰ بر [حالِ] وی شفقتِ قدیمانہ بحال دارید۔ [آنحضرت] فرمودند کہ: شما تقصیرش مفت عفو نمودہ [اند] یا چیزی در نذرِ شما آوردہ دادہ است؟ آن خادم عرض کرد کہ: مفت نگذاشتہ ام، بلکہ چندین مبلغ پیشِ [من] آوردہ دادہ است۔ [خود بدولت] فرمودند متبسماً کہ: ازین مالدار باین قدر مال چرا راضی شدی؟ از وی چند صد روپیہ بایستی گرفت، آنگاہ لائقِ عفوِ این چنین تقصیر بودی۔ میاں علی بخش شاہ گفتہ کہ: حضرت مولانا صاحب قدس سرہ در جنابِ حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرہ چنان رسوخ و کمالِ نیاز داشتند کہ دربارۂ خادمِ خانقاہ ایشان این قدر بی ادبی کہ بخیالِ خاطر بود، ہم روا نداشتند۔

منقبتِ دوم آنکہ: یک نوبت ہمراہِ پدرم در خدمت حضرت مولانا صاحب قدس سرہ حاضر بودم کہ شخصی شیخ مُرائی (۱۴) کہ در شہر و نواحیِ اجمیر شریف بود و مردمِ آنجا بسا معتقدِ او بودند۔ زیرا کہ وی از خوردنی ہای تمام زاہد بود، مگر آنکہ یک وقت شیرِ [جانوری] می نوشید۔ لہذا او را بنام دُہدادھاری می خواندند۔ اتفاقاً آن شیخ دُہدادھاری در دہلی مبارک رسید و آرزوی ملاقات [و زیارتِ] حضرت مولانا صاحب [قبلہ رضی اللہ عنہ] در پیشِ پدرم ظاہر کرد و پدرم ظفر علی شاہ رفاقت نمودہ [او را] بشرفِ زیارتِ آنحضرت مشرف گردانید و در مدحِ او گفت کہ: این مرد بسیار

بزرگ وزاہداست کہ بجز شیرِ جانوری از ماکولات ومیوہ ہاوغیرہ خوردنی ہیچ تناول نمی کند۔آنحضرت درسماعِ این سخن خاموش نشستہ بودند کہ شخصی تربوزِ کلان درموسمِ معروف پیشِ حضورِ عالی نذر نہاد وخود بدولت بکارد آن تربوز راپارہ پارہ نمودہ بحاضران تقسیم کردہ عطافرمودند۔چنانکہ یک پارہ ازان بآن دُہدادھاری راہم عطاشد۔چون آن شیخ مرائی حسبِ ارشادِ عالی [۲ُب] آن پارہ راتناول کرد۔زوداز آنجابرخاست ودردالانِ مدرسہ بیرون برزمین افتادوفغان درفغان پیوست ومی گفت کہ: اینک مرا آتشِ گرسنگی درگرفتہ است۔من می میرم۔یارانِ حضورِ عالی از معاینۂ این حال در خدمت عرض رسان شدند کہ: فلان فقیر را آتشِ گرسنگی چنان درگرفتہ است کہ از دستِ جوع بفغان آمدہ [است]۔اتفاقاً درآن حین کسی سہ چہار عدد نانِ روغنی کہ بسیار کسانِ گرسنہ رابسندہ شدی، در خدمتِ حضور بہ نذر گذرانید۔[خود بدولت] فرمودند کہ: بآن کس رسانید کہ بخورد وخود بدولت از وقوعِ این معاملہ در تبسم بودند کہ پدرم ظفر علی شاہ در حضور باز آمدہ بعرض رسانید کہ: یا حضرت! آن فقیر بجر دخوردنِ تمام آن نان ہا از آتشِ جوع چنان بعجز رسیدہ کہ برخاک غلطیدہ وبیقرار افتادہ میگوید کہ: ہم مرتے ہوں آگ لگا ہے [کذا]، یعنی آتشِ جوعِ من درتزاید است۔من آزِ گرسنگی می میرم۔آنحضرت از سماعِ این سخن در تمام خندہ شدند۔ چنانکہ رومال بررخِ مبارک نہادہ سرِ مبارک فرومی بردند وخندہ از حدِ زائدہ روی دادہ بود ودرآن خندہ بپدرم چنین می فرمودند کہ: ای ظفرعلی! تو می گفتی کہ این مردِ دُہدادھاری است، چیزی از ماکولات نمی خورد [و] اکنون اوراچہ شد کہ از خوردنِ این قدر طعام بسیار آتشِ جوعِ او فرونمی نشیند، بلکہ زیادہ از زیادہ است۔باز پدرم بہ نیازِ تمام والحاحِ تام در بارۂ نجاتِ او درخواست نمود کہ: بیچارہ قریبِ مردن رسیدہ [است]، صدقہ سرِ مبارک اورابوجہی ازین بلای نجات عنایت شود۔[باز] آنحضرت [قبلہ] ہمان کلمہ تکرار می فرمودند کہ: ای ظفر علی! تو می گفتی کہ این کس: اَن نہیں کھاتا۔اکنون چہ شد کہ از خوردنِ غلہ سیر نمی

شود و در این اثنا شخصی بہ نذرِ حضورِ اعلیٰ قاب کلان پُر از پلاوٗ و قلیہ گذرانید۔ فرمودند کہ: این ہم بآن کس رسانید تا بخورد۔ پس مردِ مُرائی را کہ آتشِ غیبی لاحق بود و ہوشش از سر رفتہ بود بہر دو دست طعام بسیار از آن [قاب] برمی داشت و بحرصِ تمام در دہان می انداخت۔ چنانکہ این ہمہ طعام را کہ بجماعتِ کثیرہ کافی شدی بخورد و آتشِ جوع او از بیش بیشتر شد و می غلطید و می گفت کہ: ہم مرتے ہوں [کذا]۔ آخر الامر یارانِ دیگر بہ ہمراہیِ پدرم در حضورِ اعلیٰ عرض زبونیِ حالش نمودند و آنحضرت [قبلہ رضی اللہ عنہ] را ہم چنان خندہ روی دادہ بود و باز بازمی فرمودند کہ: ای ظفر علی! تو می گفتی کہ این شخص از قسمِ طعام ہیچ نمی خورد۔

القصہ بعد از خوش طبعی [وخندہٗ] بسیار [بر] چند دانہ چیزی دم کردہ بپدرم دادند کہ: او را بخورانید تا تسکین یافت۔ ناقلِ این قصہ شاہ علی بخش می گفت کہ: حضرت مولانا صاحب [قبلہ قدس سرہ بس خوش طبع بودند و این صورتِ خارق برای خود محال ساختن ما مردمان و دفعِ اعتقادِ فاسد کہ در حقِ آن کس داشتیم، بوقوع آمدہ بود رضی اللہ عنہ [و ارضاہ]۔

باز آمدیم بمقصدِ اصلی کہ ذکرِ مناقب و فوائدِ حضرت قبلۂ عالم و عالمیان حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ بود۔

نقل است از خان صاحب ذو المجد والمواہب عبداللہ خان (۱۴) ساکن ڈیرہ غازی خان کہ خلیفۂ اکبر است از [خلفای] حضرت قبلۂ من خواجہ نور محمد ثانی رضی اللہ عنہما کہ ایشان این بندہ را از راہِ کرم روزی بمکانِ خویش چنان بیان نمودند کہ: بعد از وصالِ حضرت قبلۂ خود [رضی اللہ عنہ] چون بخدمتِ قبلۂ عالم [رضی اللہ عنہ] در مہار شریف بزیارت مشرف شدم و خود [۳ الف] بدولت گاہ بگاہ ذکرِ حضرت قبلۂ اقدس سرہ درمیان می آوردند۔

روزی بر سرِ مجلسِ عام بر لفظِ مبارک راندند کہ: نسبتِ ما بہ میاں صاحب، یعنی حضرت

قبلۂ ما خواجہ نور محمد ثانی ہمون نسبت حضرت سلطان المشائخ (۱۵) بود، بخواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی (۱۶) رضی اللہ [تعالیٰ] عنہما۔ پس این بندہ عرض کرد کہ: آن نسبت حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ بخواجہ نصیر الدین قدس سرہ چگونہ بود؟ اگر از راہِ کرم بیان فرمایند، نیکو فہمِ حاضران بیاید۔ پس خود بدولت برزبان دُرفشان آوردند کہ: حضرت مقتدای اہلِ عرفان شیخ المشائخ خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہ (۱۷) را بالہامِ الٰہی معلوم گردید کہ درمیانِ سلسلہ چشتیہ بہشتیہ از جملہ یاران شما شخصی پیدا خواہد شد کہ وجودِ مسعودِ او سببِ نجاتِ اولین و آخرین خواہد بود و علاماتِ او نشان دادند کہ این چنین حالت وارد او در استغراق۔ پس حضرت [خواجہ] عثمان ہرونی قدس سرہ بمدتِ زندگانیِ خود منتظرِ این صورت بودند، اما در یارانِ ایشان بظہور نیانجامید۔ پس ایشان بحضرتِ سند المقربین قطب المشائخ خواجہ معین الدین قدس سرہ وصیت فرمودند کہ: اگر در یارانِ خود در کسی این علامات دریابید، از وی دعای خیر و حسنِ خاتمۂ تمام اہلِ سلسلہ درخواست باید نمود و حضرت خواجۂ بزرگ را ہم در مدتِ حیاتِ خود این صورت بہ نظر نیامد و بحضرتِ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ (۱۸) ہمان وصیت کردند و ایشان ہم نیافتند۔ تا آنکہ این وصیت سینہ بسینہ بحضرتِ سلطان المشائخ قدس سرہ رسید و ایشان در این انتظار بودند کہ: روزی حضرت خواجہ نصیر الدین قدس سرہ برکنارۂ حوضی نشستہ بودند و ہر دو پای مبارکِ خود در آب رسانیدہ در آن حالتِ استغراق ہمان حالت و علامات بر ایشان وارد بود۔ اتفاقاً حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ در گذر راہی بر سرِ آن حوض رسیدند و آن علامات در حضرت خواجہ نصیر الدین ہویدا یافتند۔ چنان سرعت فرمودند کہ چون از کنارۂ دیگر آمدہ بودند۔ با جامہ ہای [خود] در حوض داخل شدہ پای خواجہ نصیر الدین را در ضبط آوردند و خواجہ نصیر الدین بافاقت آمدہ و پای را بخود کشیدن گرفت و از گرفتنِ پای و دست سودن حضرت پیر دستگیر خود تمام اندوہگین شدند۔ [پس] حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ فرمودند کہ: این کار از خود نکردہ ام، بلکہ بما از چند حضرات خواجگان رضی اللہ عنہم وصیت رسیدہ است و ہم نخواہم گذاشت۔ تا آنکہ در حقِ جمیع داخلانِ این سلسلہ از اول تا آخر وقتِ قیامت کہ

دروی داخل شده باشند، دعایِ حسنِ خاتمہ ونجاتِ اخروی ورضایِ خداوندی بکنی۔ پس حضرت خواجہ نصیرالدین قدس سرہ بحسبِ ارشادِ شیخ خود کہ محبوبِ الٰہی بودند، دراین مادہ دعایِ خیر کردند ومتوسلانِ این سلسلہ راامید بی حساب ارزانی شد۔(۱۹)

بیانِ نسبتِ مذکوراین است وحضرت خان صاحب عبداللہ خان می فرمودند کہ: ازین قصہ ترجیحِ مرید بر شیخ می خیزد(۲۰)۔ عجب شان وجوہرِ لطیفِ حضرت قبلۂ ما بود کہ شیخ ایشان نسبتِ خود را بذاتِ ایشان بدین صورتِ حسنہ بیان فرمودند واین بندہ این نقل از افواہِ مردم شنیدہ بود، اما تشفیِ تام از خدمتِ خان صاحب حاصل نمودو الحمدللہ [تعالیٰ] علی ذلک حمداً کثیراO

اصل: این بندۂ درگاہِ خواجگانِ چشت اہلِ بہشت غلامِ حضرت خواجہ نور محمد ثانی قدس سرہ، یعنی راقمِ این سطور چون بعداز وقوعِ واقعۂ وصالِ حضرت قبلۂ من کہ سخت ترین حادثہ بود برایِ این غلام، بلکہ برایِ ہمہ غلامانِ آن خواجۂ عالی مقام[۳ُ ب] خود را در عرصۂ شش روز کہ راہ رفتن بہ بلدۂ حاجی پور کہ مہدِ آن خواجۂ نازنین را در آنجا نہادہ اند، ازمرِ لشکرِ شاہی مسدود بود۔(۲۱) در حضورِ سراپا نور رسانید وآہِ زنان بپایانِ مزارِ فیض آثار سرِ نیاز سود و چندروز در آنجا بود وخان صاحب عبداللہ خان قدس سرہ ہم درآن اثنای رسیدند(۲۲) واز دورافتان وخیزان خود را بر سرِ مزارِ مبارکِ آنحضرت افگند وتادیر نزدیکِ مزارِ آنحضرت غلطان بودند ودم نمی آوردند وپس از یک دوروز بندہ را برطبقِ فرمودۂ مولانای جامی [علیہ الرحمۃ](۲۳):

چہ باشد زان بتر بر عاشقِ زار
کہ بی دلدار بیند جای دلدار(۲۴)

اضطراب وبیقراری روز بروز روی دادوآخر بخیال روانہ شدن ومشرف گشتن بحضورِ اعلیٰ حضرت قطب الاقطاب غیاث العاشقین حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد رضی اللہ [تعالیٰ] عنہ از

حضورِ حضرتِ قبلۂ خود مرخص شدہ بخانہ آمدم و یک دو شب گذرانیدہ برفاقتِ یاری دیگر [روانہ] سمتِ مہار شریف شدم۔

ہنگامی کہ بندہ در مہار شریف بر دروازۂ نشست گاہِ فلک جای گاہِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کہ محاذی دروازۂ مسجد مبارکِ آنحضرت بود، رسید۔ خود بدولت برسمِ معتاد کہ یک بار در روز در خدمتِ والدہ مکرمہ تشریف می بردند۔ بدولت خانہ تشریف فرمای بود و این بندہ بر درِ مسجدِ مبارک نشستہ در انتظارِ تشریف آوریِ آنحضرت قدس سرہ بود کہ ناگاہ ہمچون آفتاب از برجِ امید طلوع فرمودند و این بندہ سُہا وار در اقدامِ مبارک محوِ نور شد۔ از راہِ بندہ نوازی بدستِ مبارک سرم را برداشتہ در کنار گرفتند۔ پس از آن بہ بالا خانہ کہ مکانِ خاصِ آنحضرت [قبلۂ عالم] قدس سرہ بود، عروج فرمودند و بندہ نیز در عقبِ قدم بر قدم رفت۔ چون جلوس فرمودند از بندہ بطریقِ اعلام نہ بطریقِ استفہام، استفسار فرمودند کہ: از جانبِ حاجی پور شدہ آمدہ باشد؟ بندہ چشم پُر آب نمودہ و بعرض رسانید: بلی صاحب و بی اختیار این لفظ از من بر آمد کہ: سایۂ ابدی از سرِ مابی طالعان برطرف شد۔ خود بدولت بہ چہرۂ غمزدہ فرمودند کہ: حکمِ الٰہی چنین بود۔

و در آن ہنگام غلامانِ حضرت قبلۂ من [رضی اللہ عنہ] کہ در ملکِ سنگھڑ سکونت داشتند، در عقبِ بندہ از راہِ حاجی پور بہ ہمراہیِ خلیفہ صاحب حضرت محمد سلیمان خان جیو طال عمرھم و فیض ھم (۲۵) در رسیدند و گاہ گاہ از دردِ ہجرانِ آنحضرت قبلۂ من نعرہ و فغان می کردند و نالۂ ایشان در گوشِ پُر ہوش حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ می رسید، اما چون در حضورِ عالی بجز صبوری ہیچ امری از فریاد و نالہ مرغوبِ خاطر نبود۔ لاچار ہر کس پای دل در دامنِ صبر می کشید [و] در آن ہنگام کہ بندہ تا تاریخ بیست و ہفتم ماہِ جمادی الثانی کہ روزِ عرسِ حضرت محب النبی محبوبِ رب العالمین فخر الاسلام والمسلمین حضرت مولانا صاحب قدس سرہ مقرر است، در حضورِ عالی مستفیدِ انوار بود۔ خیلی ارتباطِ علاقۂ غلامی بجناب حضرت قبلۂ عالم روز بروز سر بصدق و رسوخ کشید کہ

همواره قرار این ذرۂ بی مقدار بمشاہدۂ انوارِ رخسارِ آن قبلۂ ابرار می بود و چون بوقتِ تہیۂ نمازِ ظہر و عصر در صحنِ مسجدِ مبارک استاده انتظارِ نزولِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ از بالاخانہ می کشیدم۔ (۲۶)

روزی در جماعتِ نمازِ عصر مردم بسیار حاضر شدند و مسجد تمام پُر شد و وقت بآخر رسید۔ اقامت گفتند و در نماز شدند و بندہ در صفِ آخر استادہ منتظرِ آنحضرت بود کہ تا خود بدولت آمدہ جای بندہ گیرند و بندہ بجای نعال جامہ انداختہ خواہد استاد۔ آخر از خوفِ فواتِ تکبیرِ اولیٰ متوجہ قبلہ شدہ بودم کہ از پسِ من، این آواز از زبانِ دُرفشانِ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ عنہ] برآمد کہ: والتفت الساق بالساق (۲۷)۔ چہ در تمام صحنِ مسجد ہمہ ساق ہای مصلیان باہم دگر پیوستہ بودند [۴ الف]۔ بمجرد استماعِ این صوت از جای برجستم تا آنحضرت را در اینجای بہم رسد، اما آنحضرت چنان جلدی فرمودند کہ ببازوی مبارک خود مرا محیط شدند و بندہ را ہم در آنجا بگذاشتند و در آنجا چندان فراخی پدید آید کہ خود بدولت و بندہ در آنجا ہر دو [نماز] باسودگی گذاردیم۔ این ہمہ از کرمِ آنحضرت بود۔ (۲۸)

روزی از خدمتِ نواب صاحب نواب غازی الدین ہندوستانی (۲۹) کہ از حوادثاتِ ملکِ خویش اینجا آمدہ در کہفِ حرزِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ خود را محفوظ می داشت و بمشاہدۂ انوارِ جمالِ ایشان محظوظ می بود، التماس کردم کہ: سلسلۂ چشتیہ مرا نظم کردہ بدہند۔ نواب صاحب بزودی تمام بعد از نمازِ عصر اسامیِ مشائخ سلسلہ را بنظم آوردہ بمسجد فرستاد و رسانندۂ آن بخدمتِ آنحضرت قبلۂ عالم آوردہ بعرض رسانیدہ کہ: کدام مولوی درخواستِ نظمِ این سلسلہ از نواب صاحب نمودہ اید؟ و رسانیدہ بدہند۔ آخر کسی کہ ازین واقعہ واقف بود، بعرض رسانید کہ: خواہندۂ این معنی فلان کس است و بندہ را در حضورِ عالی بردند۔ پس سلسلۂ منظومہ بدست گرفتہ عرض نمودم کہ: اگر اجازت باشد، از راہِ کرم جوابِ عرضِ بندہ متوجہ شوند، چیزی عرض کردہ مستفید شوم۔ خود بدولت

فرمودند کہ: تدقیقِ فلسفی ندانیم۔ بندہ بعرض رسانید کہ: خیر! بندہ [از] لطائف ودقائقِ شعر ہرگز نمی پرسد، بلکہ در بعضی القابِ مشائخِ سلسلہ از حروف وحرکات و وجوہِ مناسبات شکی دارد۔ پس خود بدولت تمام متوجہ شدہ فرمودند کہ: بپرس! آنچہ پرسیدنی باشد۔ بندہ اولاً در لقبِ خواجہ قدوۃ الدین فرسنافتہ الچشتی قدس سرہ (۳۰) عرض داشت کہ: عبدالغفور (۳۱) در حاشیۂ نفحات الانس (۳۲) مولانا جامیؒ لفظ فرسنافہ را بفتحِ فای اولیٰ وفتحِ راوسکونِ سین مہملہ ونونِ استادہ وفایِ درآخر تحقیق نمودہ وبعضی یارانِ خود دیگری می خوانند۔ خود بدولت فرمودند: آری! عبدالغفور چنان نوشتہ، اما مرا از حضرت مولانا صاحب [قبلہ] قدس سرہ بفتحِ فاوکسر رایِ مہملہ وسکونِ شینِ معجمہ وتایِ فوقانیہ مثنات وفایِ درآخر سند رسیدہ است وبعضی براین ضبط بقاف درآخر ہم خوانند ومارا ہمان مرغوب ومختار است کہ از حضرت مولانا صاحب شنیدہ ام۔

پس بندہ از آن روز این اسمِ مبارک را برین نمط می خواند ولفظ دینوری (۳۳) کہ لقبِ حضرت خواجہ ممشاد (۳۴) است ہم بکسرِ دالِ مہملہ وفتحِ نون است نہ بفتحِ دال وضمِ نون۔ بعدازان از لقبِ حضرت خواجہ عثمان پرسیدم کہ ہارونی بضمِ رای باید خواند۔ خود بدولت فرمودند کہ: بفتحِ راو واوِ مفتوحہ است۔ چہ ہارون بفتحتین اسمِ مولدِ حضرت خواجہ عثمان است در ولایتِ عراق از نواحیِ نیشاپور وبضمِ راو واوِ ساکن غلطِ عوام است واز منتخب اللغات (۳۵) چنین می آید کہ: سنجر نامِ شہری است بہ سہ روز راہ از موصل کہ مولدِ سلطان سنجر (۳۶) است واز ملفوظاتِ مشائخ چنان می آید کہ: سنجار نام قصبہ ایست از عراق کہ از بغداد ہفت روزہ راہ است وسنجری بدان منسوب کہ وطنِ حضرت سید حسن (۳۷) پدر بزرگوارِ حضرت خواجۂ بزرگ است۔

بعدہ از تحقیق وکیل الباب پرسیدم۔ فرمودند کہ: این لفظ عام المعنی است۔ ای وکیل باب العلم والمعرفۃ وباب الرحمۃ وباب الجنۃ بل وکیل باب جمیع الفیوضات واوشی بضمِ ہمزہ نسبت بشہرِ اوش است کہ مسکنِ حضرت خواجہ قطب الاسلام است در دیارِ ماوراء النہر

کذافی رسائلهم المعتبرة وکاکی ازان گویند کہ: اہلیہ آنحضرت حسبِ ارشادِ ایشان بوقتِ حاجتِ طعام اہلِ خانہ ومہمانان کاک ہای گرم کہ نانِ تنگ وباریک را گویند۔ از کوہِ معینہ برمی آوردند وصرف می نمودند وبختیار اسمِ اصلیِ آنحضرت است ویالقبِ مدح۔ بعدہ از بیانِ لفظ اجودھن وشکر بار پرسیدم۔ فرمودند[۴ ب] کہ: اجودھن دراصل نامِ پاک پتن (۳۸) است۔ بعدہ بسبب آنکہ مزارِ حضرت بابا گنج شکر دروی است۔ جای ورودِ اہل اللہ وپاکان گشتہ است، بہ پاک پتن، پتنِ پاکان مشہور شدہ ودر وجہ تسمیہ شکر بار وگنج شکر وشکر گنج بسا اختلاف است کہ در ملفوظات نوشتہ اند ومولانا عبدالغفور لاری پسرِ ہمشیرِ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ چنین نوشتہ کہ: ہفت روز گذشتہ بود کہ حضرت باباصاحب قدس سرہ افطار نکردہ بودند ودر حالتِ کمالِ فاقہ [وجوع] بخدمت وملازمتِ حضرت شیخ خواجہ قطب الدین قدس سرہ روانہ شدند ونعلینِ چوبین در پای داشتند۔ اتفاقاً پای ایشان بلغزید وبرزمین افتادند وکلمہ اللہ اللہ اللہ از زبانِ دُرفشان مبارکِ ایشان جاری بود وپارۂ گل بدہانِ ایشان رسید وتمام شکر شد۔ از آنجا برخاستہ چون بخدمتِ شیخ رسیدند۔ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ فرمودند کہ: ای فریدالدین مسعود! بدین پارۂ گل کہ بدہانت رسید، عجب نیست کہ حق تعالیٰ وجودِ ترا گنج شکر گردانیدہ باشد وہموارہ شیرین خواہی بود۔ حضرت خواجہ فریدالدین قدس سرہ تسلیمات بجا آوردہ شکرِ حق تعالیٰ گفت۔ پس چون از حضورِ شیخ برخاست، بہر جای کہ می رسید از مردمان می شنید کہ: حضرت خواجہ شیخ فریدالدین گنج شکر می آید وبداؤن بفتحِ بای موحدہ وضمِ واؤ نامِ شہریست در ہندوستان واودھ بفتح ہمزہ ودال نامِ دیہی است قریبِ دہلی ودر وجہ تسمیہ چراغ دہلی ہم اختلافِ وجوہ است واشہر آنکہ وقتی از کمی روغن چراغ قریبِ مردن رسید۔ بخادم فرمودند کہ: بجای روغن آب دران انداز۔ پس آن چراغ بدان آب ہمچون روغن روشن بود ونیز حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ روزی ذاتِ ایشان را چراغ فرمودہ بودند۔ باین معنی کہ: چراغ را پشت وروی نباشد، بلکہ ہمگی روی باشد۔ (۳۹)

بدانکہ خواجہ مودود چشتی (۴۰) فرزندِ خواجہ ابو یوسف چشتی (۴۱) است و ایشان خواہر زادۂ حضرت خواجہ ابو محمد چشتی (۴۲) اند و ایشان فرزندِ حضرت خواجہ ابو احمد (۴۳) اند و حضرت خواجہ ابو اسحق چشتی (۴۴) از ان گویند کہ سرِ سلسلہ چشتیان اند و وطنِ ایشان ملکِ شام است و چون اسامیِ مشائخ [را] تحقیق نمودم۔ خود بدولت در آخر ذکرِ شرحِ اسامی فرمودند کہ: حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ (۴۵) ابن الابنِ حضرت شیخ محمد (۴۶) است [رضی اللہ عنہ] کہ فرزند را این نعمت نہ رسید و بہ نبیسہ نصیب شد و شیخ محمد ابنِ شیخ حسن محمد (۴۷) است و ہکذا۔ شیخ حسن محمد و شیخ جمال الدین (۴۸) و شیخ محمود (۴۹) با ہم دگر قرابتی دارند۔

بدانکہ از حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ تا حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ ہمہ [مشائخ] سید حسینی بخاری (۵۰) اند و حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (۵۱) و نظام الدین اورنگ آبادی (۵۲) قدس سرہما ہر دو قریشی ہاشمی اند و مکانِ شش خواجہ یعنی از حضرت شیخ سراج [الحق و] الدین (۵۳) تا حضرت شیخ مظہر اللہ التام الصمد شیخ محمد قدس سرہ در گجرات جنوبی است۔ رضی اللہ عنہم (۵۴)

اصل: بندہ نوبتِ اول کہ برکابِ اعلیٰ حضرت قبلۂ خویش خواجہ نور محمد ثانی رضی اللہ عنہ بسمتِ مہار شریف راہی شدہ بشرفِ زیارتِ حضرت قبلۂ عالم [و عالمیان کعبۂ جہان و جہانیان] قدس سرہ مشرف شدہ بودم۔ در آن ایام بندہ را عارضۂ تپ وقتی لاحق شد۔ چنانکہ اکثر اوقات حضرت قبلۂ من بیارانِ خود تاکید فرمودند کہ: در تلافی و استرضایِ این کس سرگرم باشید و خود بدولت ہم وقت بوقت از حالتِ بندہ استفسار می فرمودند و در خاطرم گذشت کہ: من باین ملک در حضور قبلۂ عالم قدس سرہ و خدمتِ حضرت قبلۂ خویش جہتِ تحصیل سعادت آمدہ بودم۔ حالا کارم از سببِ این عارضہ دگرگون شد کہ حضرت قبلہ من را از ہر نوعی توجۂ خاطر فیض مآثر باین بندہ می باشد و ہر وقت در استفسارِ حالِ [من] مرحمت ارزانی می فرمایند۔ کارم معکوس شد کہ از سببِ من

اوقاتِ شریفہٗ حضرت قبلہٗ من ہم ضائع می شوند۔ ازاین معنی دل تنگ شدہ بخدمتِ حافظ صاحب حافظ محمد سلطان پوری [رضی اللہ عنہ] این حالت را [۵ الف] بیان نمودم و گفتم کہ: سعادتِ من اکنون دراین صورت است کہ مرخص شدہ بخانہٗ خود باز گردم وسعادتِ شرفِ صحبت وفیضِ زیارت ہردوقبلہ [رضی اللہ عنہما] اگر طالع مساعدت نمود، بوقتِ دیگر حاصل خواہم نمود۔ حضرت حافظ موصوف فرمودند کہ: این صلاح درست و نیک است۔ آخر براین معنی جازم شدم و بخدمتِ حضرت قبلہٗ خود مشرف شدہ عرض کردم کہ: بندہ را اکنون رخصت شود تا از شومیِ من اوقاتِ شریفہٗ [ذاتِ] سامی بضائع نرسد۔ خود بدولت فرمودند کہ: اگر ملالِ خاطر از سببِ مرض باشد، اینجا حکیمان موجودند و مبلغِ ادویہ بفضلِ الٰہی ہم بیش از بیش است۔ پس دوا و معالجہ باید کرد و اگر ملالِ تو ازین سبب است کہ: مبادا اینجا بمیرم و از خویشان دُور افتم۔ پس برای مرگ اینجای ما ہمہ غلامانِ حضورِ عالی تمام از دل و جان خواہان ہستیم کہ: خُداوند تعالیٰ چنان خواہد کہ موتِ ما در پیشِ حضورِ حضرت قبلہٗ عالم و عالمیان [رضی اللہ عنہ] بوقوع آید کہ ازین فائق ترہیچ سعادت نیست و اگر ملالِ تو از سببِ غمِ اہل و عیال است کہ خرجِ ایشان درخانہ اندک است۔ پس خود می دانی کہ وابستگان در حاجی پور از اہل و بیگانہ از حد بسیار اند و خرجِ [ایشان] مقدارِ پنج شش صاع غلہ گذاشتہ آمدیم۔ حق تعالیٰ بکرمِ عامِ خویش کفیلِ ارزاقِ بندگان است، بما و تو وابستہ نیست۔ بسماعِ این اجوبہٗ شافیہ تمام خجل و شرمسار شدم و باز دم [بر] نیاوردم و تمام این حقیقت را پیشِ حافظ موصوف بیان نمودہ عزمِ سابق را فسخ کردم و ملازمتِ [حضورِ عالی] حضرت قبلہٗ خود و استحصالِ زیارتِ حضرت قبلہٗ عالم قدس سرہ را مقدم داشتم و عارضہٗ تپ را برخود گوارا ساختم کہ ہرچہ باد اباد۔ ازاینجا می روم، خصوص دربارہٗ فسخِ عزمِ اوّل مؤیدِ قوی تر ازاین امری دیگر شد کہ پیشتر ازین بوقتِ شب بعد از مغرب کہ عشاء قریب آمدہ بود۔ حضرت قبلہٗ عالم کعبہٗ معظم قدس سرہ بتقریبِ قضای حاجتِ بول و استنجا بیک خادم در آن مکان کہ من نشستہ بودم، رونق افزای شدند۔ بندہ برخاستہ درپیشِ حضور حاضر

شد۔ خود بدولت از راہِ بندہ نوازی متوجہ حالِ این غلام شدند کہ: چہ مطلب دارید؟ این بندہ عرض کرد کہ: این غلام بر کابِ حضرت پیر دستگیر خود بحضورِ عالی برای استحصالِ فیض و سعادتِ دارین آمدہ بود۔ اکنون از سببِ عارضۂ تپ دلم در ملال است۔ می خواہم کہ بندہ را رخصت فرمایند۔ فرمودند: یارانِ جنوبی را آب و ہوای این ملک البتہ مخالف می افتد۔ ملال نکنید کہ اینجا حکیمان موجود اند، معالجہ کنانیدہ خواہد شد۔ چون نفسم غالب و شیطانم طالب بود، گستاخ شدہ باز بعرض رسانیدم کہ: ملال از حد زیادہ دارم۔ فرمودند: خیر فردا ہر چونکہ مرضیِ شما باشد بوقوع آید۔ پس خود بدولت از آنجا روانہ بمکانِ خاص شدند و من ہم شرمندہ بجای خود باز آمدم۔ یارِ غار و دوستِ غمگسار میاں صاحب میاں محمد یار قوم مہار (۵۵) کہ یکی از خواجہ تاشانِ این بندہ بود [و سبق شرحِ لمعاتِ (۵۶) مولانا جامی را با من در خدمتِ حضرت قبلۂ خود سامع بودی]، در آن وقت نزدِ من نشستہ بود، مرا ملامت کردن گرفت کہ این قدر گستاخی در جنابِ عالی حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ نبایستی نمود کہ برخلافِ مرضیِ مبارکِ حضورِ اعلیٰ ثانیاً عرضِ رخصت کردی۔ پس من پشیمان شدہ نادم شدم و تمام شب در اضطراب ماندم و بآخرِ شب غفلتِ خوابم چنان گرفت کہ نمازِ فجر بر من تنگ شد و برای کوزہ و آبِ وضو از جای خود بیرون جستم۔ چہ [می] بینم کہ حضرت قبلۂ دارین و شفیعِ دارین حضرت خواجۂ من بر درِ حجرۂ شریفۂ خویش وضوی سازند۔ از معاینۂ این صورت نوعی تسلی بدلم رسید کہ با آنحضرت در نماز اقتدای خواہم کرد۔ چون وضو کردم [و] بمسجد روان شدم۔ در اثنای راہ با نوارِ طلوع آفتابِ عالم تاب حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ دیدہ را روشن گردانیدم کہ از مکانِ خاصِ [۵ ب] خویش سوی مسجدِ مبارک می آمدند و حافظ صاحب [رضی اللہ عنہ] ہم در آن وقت حاضر شدند و ہم این صاحبان سنتِ فجر گذاردند و جماعت فرمودند۔ چنانچہ حافظ صاحب امام شدند و ہر دو [حضرت] قبلہ قدس سرہ مقتدی [شدند] و بوقتِ صف ساختن حضرت قبلۂ عالم از راہِ کرم بندہ را از دست گرفتہ فیما بین استانیدند و این مثال مناسب حالِ شکستہ بال شد، برہ از خوفِ گرگان در میانِ دو شیر استادہ ایمن گردید۔ الحمدللہ علی ذلک ○

بعد از فراغ نماز حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ تشریف بمکانِ خاص بردند و حضرت قبلۂ من بحافظ صاحب فرمودند کہ: ہرگاہ حضرت قبلۂ عالم از اوراد و نوافل و اشغالِ [خویش] فارغ شوند و در حجرۂ [مبارک] بیایند، اشارت بہ بندہ نمودہ فرمودند کہ: ہمراہِ این کس رفتہ از حضور مرخص کنانند و خود بدولت در حجرہ شریف تشریف بُردند و حافظ صاحب [مکرمی] مشفقی با بندہ در صحنِ مبارک تا وقتِ اشراق جلوس [ارزانی] فرمود و این معنی باظہار آورد کہ: ما در خدمتِ حضرت شیخ [تو] در بابِ رخصتِ شما بوجہ احسن عرض کردہ ام و آنحضرت صلاحِ مارا پسند فرمودہ است۔ آخر الامر چون وقتِ معلوم رسید۔ حضرت حافظ صاحبؒ بندہ را بر درِ حجرۂ مبارکِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ بردند و درِ حجرہ پیش از ما واشدہ بود و دو بزرگ یکی امامِ مسجدِ مبارکِ حضرت قبلۂ عالم مولوی غلام علی (۵۷) و دیگری مردِ بزرگ سپید ریش از خویشاوندانِ حضرت محب النبی محبوبِ رب العالمین مولانا صاحب [فخر الدین رضی اللہ عنہ] در خدمتِ عالی [مشرف] نشستہ بودند۔ چون حافظ صاحب و بندہ در خدمتِ عالی مقتبس انوارِ دیدار شدیم، بمجردِ نشستنِ ما خود بدولت فرمودند کہ: بسوئِ خانہ تیاری است۔ بندہ را از شرمِ گستاخی دوشینہ چشم تر شد و بتغرض رسانیدم کہ: خیر ہر چونکہ خوبیِ بندہ باشد، بدان عمل آرم۔ پس حضرت قبلۂ عالم را کہ دریایِ رحمت بودند۔ بر حالِ بندہ تمام شفقت آمد و بر لفظِ مبارک سہ بار این دعایِ خیر راندند کہ حق تعالیٰ ترا در این جہان و [در] آن جہان خوش دارا د۔ حافظ صاحب و آن دو بزرگ و این بندہ آمین آمین گویان بودیم۔ پس از این دعایِ فیض انتمای کہ کفیلِ سعادتِ دارین من عاصی بود و بندہ آن را وسیلۂ نجاتِ خود مقرر ساختہ است۔ برسمِ خوش طبعی بر زبانِ مبارک آوردند کہ: بروید۔ چون ہوایِ وطن بشمار رسد، این عارضہ دفع خواہد شد۔ این قدر فرمودہ برخاستند کہ: بیائید کہ شمارا در حجرۂ میان صاحب، یعنی حضرت قبلۂ [حقیقی و کعبۂ تحقیقیِ] من مرخص گردانیم۔ پس حافظ صاحب و بندہ در عقبِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ روانِ گشتیم۔ خود بدولت برایِ ترخیصِ بندہ در حجرۂ مبارکِ حضرت قبلۂ من آمدہ جلوس فرمودند و دری

مبارک بسوی حضرت قبلهٔ من نموده فرمودند که: اتفاقِ حسن ونیکوشد که فرزندِ حافظ صاحب، [یعنی] میاں محمد مسعود (۵۸) همراهِ ایشان، یعنی این بنده باز بخانه معاود شود که خورد سال است و اینجا از تمامی ایامِ سفر ملول نباشد۔ قصه کوتاه بنده و محمد مسعود از خدمتِ هر سه خداوندِ نعمت [رضی الله عنهم] مرخص شده روانه بوطن گشتیم و هر شب که در راه گذارذیم از هر وجه آسوده بودیم وتوجه وکرمِ ایشان براهِ رفیقِ بنده بود، اگر آن را [به] بیان آرم کلام سر بطوالت می کشد: و العاقل یکفیه الاشارة [و] چون از موضعِ اوچ متبرکه عبورِ دریای چناب کردیم، عارضهٔ تپ که در اثنای راه لاحق بود، بمجرد عبورِ دریا بحسبِ فرمودهٔ حضرت قبلهٔ عالم [رضی الله عنه] چنان دفع گشت که: گویا نبود و بعد از مدتِ یک ماه کم [و] بیش حضرت قبلهٔ عالم باین ملک تشریف آوردند و عالمی فیض یابِ برکات گشت و این [۶ 'الف'] بنده برگذرِ اوچ متبرکه مستفیدِ انوار و فیض یابِ دیدارِ حضرت قبلهٔ عالم وحضرت قبلهٔ خود [رضی الله عنهما] گردید۔

وقتی که بنده [به اقدام بوسی] حضرت قبلهٔ عالم مشرف شد، از مردم [دور برای استنجا] رفته بود۔ از راهِ خوش طبعی فرمودند که: از آن عارضه عافیت شده است۔ عرض کردم: بلی صاحب! حسبِ فرمودهٔ ذاتِ شریف چون هوای وطن به بنده رسید، خیریت شد۔ روی مبارک از بنده برگردانیدند۔ شاید که این معنی ناپسندِ حضورِ عالی افتاد که کرامت و خارقِ ایشان را باظهار آوردم۔ اتفاقاً حضرت حضرت قبلهٔ من قدس سره بعد از عبورِ دریا از حضرت قبلهٔ عالم قدس سره واپس شدند و بوجهی در راه توقف شد و حال [آنکه] در عبورِ دریا سبقت نموده بودند۔ چون پس از زمانی بخدمتِ حضرت قبلهٔ عالم رسیدند۔ آنحضرت خوش طبعی فرمودند که: میاں صاحب خود پیشتر شده در راه شاغل بحق می شوند و مردم را بسوی منزل روان می نمایند۔

بعده ذکر در سرقه چیزی از مسجد در میانِ علما آمد [و] یک عالم گفت که: مسجد جای حرز و محافظت نیست۔ لهذا قطعِ یدِ سارق از مسجد شرعاً لازم نیاید۔ خود بدولت شنیدهٔ این جواب روی

مبارک سوی قبلۂ من آوردہ فرمودند کہ: مسئلۂ شرعیہ آیا چنین است؟ حضرت قبلۂ من گفت: بلی صاحب! خود بدولت فرمودند: بجا است، اما ما بطرفِ دیگری بریم، یعنی مسجدِ مبارک مکانِ خداو خوانِ یغما است۔(۵۹)

نقل: از بسیار معتبران استماع دارم کہ روزی در حضورِ [اعلیٰ] حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ عنہ] شخصی (۶۰) عرض کرد کہ: من صورتِ حالی بخواب دیدہ ام۔ تعبیرِ آن از راہِ کرم بیان فرمایند۔ خود بدولت علی الفور این بیت خواندند:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

آن سائل بسکوت ماند و یاران را حظی و ذوقی پدید آمد۔ این معنی از خواصِ ذواتِ مشائخِ ما است کہ از امورِ ظاہری اعراض دارند۔(۶۱)

اصل: وقتی کہ [حضرت] شیخ المشائخ مظہرِ وحدۃ و جوداعنی ذاتِ شریف وجودِ مسعود حضرت قاضی صاحب ذوالمجد والمواہب ہمگی بحق شاغل قاضی محمد عاقل [رضی اللہ عنہ] (۶۲) شادیِ صاحبزادۂ [خود میاں صاحب] میاں احمد علی (۶۳) کہ مادرزاد ولی بود، درپیش نمودند و حضرت قبلۂ عالم و عالمیان قدس سرہ را و خلفای ایشان را، بلکہ علمای اطراف را دعوت کردند و شادی بر مثالِ جشنِ شاہی بود و بندہ ہم حاضر شد۔ اتفاقاً حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ در صحنِ مسجد بیرونی کہ نزدیکِ مزار شریف حضرت قبلہ گاہِ قاضی صاحب موصوف اعنی [میاں صاحب] میاں محمد شریف [رحمۃ اللہ] (۶۴) بود، جلوس فرمودہ بودند و ہجوم خلائقِ شادی و زوار میمنت شعار دیدارِ حضرت قبلۂ عالم از حد زائد بود، از دور در دل اندیشیدم کہ درین ہجوم چگونہ رویِ مبارکِ حضرت قبلۂ عالم را دریافت خواہم کرد؟ و مبادا کہ در آن محفلِ فیض منزل ہمچون مبہوتان در انتظارِ ادراکِ ذاتِ شریفِ ایشان حیرت زدہ شوم۔ آخر بدل گفتم کہ: بریک دو پایۂ بلندیِ صحنِ مسجد کہ بمقدارِ قامتِ

آدمی از زمین بلند بود برآمده، ملاحظه خواهم نمود کہ: آنحضرت کدام طرف نشستہ اند؟[ہرگاہ برپایۂ]اولین پای نہادم۔ حضرت قبلۂ عالم از راہِ کرم واطلاعِ خطرہ ام چنان بی باعث قد فراز فرمودند کہ نظرم بررخِ مبارک افتاد[وبر]مثلِ پروانہ جست زدہ دراقدامِ آن شیخ انام افتادم۔ این معنی خیلی از کرم و بندہ نوازی بود[و] مولوی صاحب مولوی احمد دین واعظ (٦٥) کہ[در] بابِ وعظ وفصاحت وبلاغت ضرب المثل زمانہ بود ودرآن ہنگامہ حاضر بود۔(٦٦)

روزی درخدمتِ حضرت[٦ ُب'] قبلۂ عالم قدس سرہ بی تحاشا عرض کرد کہ: حضرت غوث الثقلین محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ (٦٧) درکتاب غنیۃ الطالبین (٦٨) نوشتہ کہ: طعام المرید حرام علی الشیخ (٦٩)۔ پس شما حضرت! بہ چہ [وجہ] دعوتِ مریدان قبول می فرمائید۔ حضرت قبلۂ عالم فی الفور جواب فرمودند کہ: از جملہ مریدانِ عالم ہمچون اصحابِ کرام[رضی اللہ عنہم] کسی دیگر شدنی نیست وسردارِ مشائخ سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم است کہ ہیچ شیخ وولی بخاکپایِ[ایشان] نتواند رسید وچون خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود دعوتِ اصحاب را قبول فرمودہ اند وطعامِ ایشان تناول نمودہ، پس برایِ ماہمیں حجت شافی[و] کافی است۔ پس مولوی مذکور باین جواب لامزدلہ چنان دم بخود شد کہ یارایِ دم زدن نداشت۔ چون حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ بعدازفراغِ[شادی] عابرِ دریاسمتِ گڑھی اختیار خان (٧٠) شدند۔ دراثنای سواری رویِ مبارک بسویِ حضرت قبلۂ من نمودہ فرمودند کہ: میاں صاحب! ماجوابِ ظاہری دادیم، کلامِ شیخ[عبدالقادر] را تاویلی باید کرد کہ البتہ معنیِ دیگر دارد۔ درین وقت حضرت قبلۂ من عرض کرد کہ: آری صاحب! از بزرگان ومولویان کہ برکابِ عالی می روند، بوقتِ فراغتِ تحقیق این معنی تواند شد۔ آخر بعداز مطالعۂ بسیار ومناظرۂ بی شمار حسبِ مرضیِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ (٧١) سخن براین مقرر شد کہ: معنیِ کلامِ شیخ آنست کہ مرید را در تناولِ طعام البتہ خواہشِ نفسانی عارضی می باشد وشیخ بدرجۂ نہایت رسیدہ[باشد] وہرکارش برایِ

رضای حق باشد، بلکہ فاعل آن ذاتِ باری باشد و بندہ بمنزلۂ آلہ۔ پس شیخ را تناولِ طعام بخواہشِ نفسانی حرام است، بلکہ خوردنِ او برای امتثالِ امرِ الٰہی: کلوا واشربوا (۷۲) می باشد۔ پس خوردنِ طعام بخواہشِ نفسانی مرشیخ را تنزل است، از مقامِ خویش و منصبِ سالک ترقی است نہ تنزل (۷۳)۔ ہذا کلمہ مشہور سمعتہ عن کثیر من الاکابر O والحمد للّٰہ علی ذلک O

فصلِ دوم: در بیانِ مناقبِ حضرت قبلہ شیخ المشائخ خواجہ نور محمد ثانی رضی اللہ عنہ

اولاً در این فصل تبرکاً و تیمناً رقعاتِ کریمۂ آنحضرت [قبلہ] قدس سرہ می نویسم کہ از راہِ بندہ نوازی باین غلام ارقام فرمودند۔ رقعہ ہای آنحضرت زیادہ ازین بود، اما بعضی از من گم شدہ، [پس] آنچہ موجود است در نگارش می آید۔

رقعۂ اوّل: فضائل و کمالات مرتبت فصاحت و بلاغت منزلت مجمعِ مکارمِ اخلاق منبعِ محاسن و اشفاق مشفقی [مکرمی] میاں صاحب میاں محمد جیو حفظہ عما کرہ ہموارہ بمرضیاتِ حق جل و علا موفق بودہ از مکارۂ او سبحانہ مصون و مامون باشند۔ از فقیر نور محمد بعد از تسلیماتِ مسنونہ آنکہ چون از راہِ مہربانی نامۂ نامی ارسال نمودہ بودند، رسید۔ ابتہاج بی اندازہ بخشید۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ آئندہ ہم بدین منوال گاہ گاہ یاد آوری می فرمودہ باشند۔ حق تعالی ایشان را بمرضیاتِ خویش موفق داشتہ حب ذاتی عطا فرماید و دعا فرمایند کہ حق تعالی این داعی را از تضیعِ اوقات مصون داشتہ خاتمۂ خیر نصیب کناد والسلام و بخدمتِ میاں [صاحب میاں] غلام محمد جیو (۷۴) [نامِ پدرِ این ذرۂ بی مقدار] تسلیمات مطالعہ باد و این فقیر را بایشان کاری است، اگر

فراغت شود از اینجا شده بروند والسلام۔

و در لفظ تضیع اوقات التزاماً اشارتِ واضحہ بگوشمالِ این بندہ است کہ ہموارہ در غفلت می گذارد، وگرنہ آنحضرت [قبلہ رضی اللہ عنہ] ہموارہ کلی مشغول مع اللہ بودند۔

رقعہ دوم: فضائل وکمالات مرتبت فصاحت و بلاغت منزلت مجمع مکارمِ اخلاق منبعِ محاسن واشفاق مشفقی مکرمی میاں صاحب میاں محمد جیو حفظہ عما کرہ ہموارہ بمرضیاتِ حق جل وعلا مؤفق بود، از مکارہٗ او سبحانہ مصون و مامون باشند۔ از فقیر نور محمد بعد از تسلیماتِ مسنونہ [۷الف] مشتاقانہ آنکہ چون از راہِ مہربانی نامہٗ نامی فرستادہ بودند، رسید۔ ابتہاج بخشید۔ جزاکم اللہ [تعالیٰ] خیر الجزاء۔ حضرت سلامت فقیر عازمِ [مصمم] بود کہ نزدِ شما آمدہ چند شب [ہا] خواہد گذرانید، لیکن قسمتِ آب خورد بصوبِ دیگر بود کہ بشما آمدن نشدہ معاف فرمایند۔ الامور مرھونتہ باوِ قاتھا وبیتِ مولوی معنوی [رحمتہ اللہ تعالیٰ] نصبِ عین داشتہ باشند:

ہرچہ غیر از شورش و دیوانگی است
اندریں رہ دوری و بیگانگی است (۷۵)

مہما امکن در یادِ حق تعالیٰ کوشیدہ باشند کہ وسیلہٗ سعادتِ کونین است [و] بدین سبب مستحقِ جذبہ می شود والسلام [و] بخدمتِ میاں صاحب وجمیع کرم فرمایان تسلیمات معروض باد و در تتمہٗ رقعہ ارقام فرمودند کہ حضرت سلامت نسخہ نزھتہ الارواح (۷۶) فرستادہ شد ملکِ ایشان [است] مطالعہ نمودہ باشند و کتاب عوارف المعارف (۷۷) ہم ارسال شدہ ان شاء اللہ تعالیٰ بسلامت خواہد رسید۔ چند روز نزدِ خود داشتہ بزودی ارسال دارند والسلام۔

رقعۂ سوم: فضائل وکمالات مرتبت فصاحت و بلاغت منزلت مجمعِ مکارمِ اخلاق منبعِ محاسن واشفاق مشفقی میاں صاحب میاں محمد جیو صانہ عماشانہ ہموارہ بمرضیاتِ حق جل و علاموٴفق بودہ از مکارہٴ او سبحانہ مصون و مامون باشند۔ از فقیر نور محمد بعد از تسلیماتِ [مسنونہ] مشتا[قا]نہ آنکہ چون از راہِ مہربانی وکمالِ عاطفت نامہٴ نامی ارسال داشتہ بودند، رسید۔ جزاکم اللہ [تعالیٰ] خیر الجزاء۔ جریانِ حالاتِ اینجای بفضلِ الٰہی بخیر است۔ خیریت وعافیت و صفاوقتی ایشان مطلوب۔ حضرت سلامت اوقاتِ شریفہ را موزع دارند۔ وقتِ تعلیم: تعلیم و وقتِ ذکر: ذکر [و] من طلب وجد وجد منظورِ خاطر شریف فرمایند۔ مولوی معنوی [علیہ الرحمۃ] می فرمایند:

سر شکستہ نیستت سر را مبند
چند روزی جہد کن باقی بخند
ہر چہ غیر از شورش و دیوانگی است
اندریں رہ دوری و بیگانگی است(۷۸)

ہر چند حصولِ مطلوب وابستۂ فضل وعطای الٰہی است، لیکن جد و جہد در کار ضرور است کہ عادتِ الٰہی چنین است:

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند
آن قدر ای دل کہ توانی بکوش

دُعا فرمایند کہ: حق تعالیٰ خاتمۂ خیر وحُبِ ذاتی خویش جانبین را نصیب کناد(۷۹) و بخدمتِ قبلہ گاہِ خویش تسلیمات معروض سازند و مشفقی میاں موسیٰ(۸۰) را سپردہ دانند کہ حق تعالیٰ

اورا علمِ باعمل نصیب کرداناد و سورۃ فاتحہ صد بار روزانہ [وقتِ عشاء] بہ نیتِ حصولِ علم خواندہ باشد و رقعۂ علاحدہ در جواب نامۂ میاں موسیٰ نہ نوشتہ شد، از تنگیِ وقت، معاف دارند و غلام رسول (۸۱) و مہربانانِ دیگر را اسلام برسد۔

رقعۂ چہارم: دستخطِ بزرگیِ دیگر بود کہ در بارۂ این غلام دُعایِ خیر جہتِ شفای این بندہ از مرضِ بدنی مرقوم بود، اما در آخرِ آن بدستخطِ خاصِ خویش ہم این کلامِ خجستہ فرجام ثبت است کہ وقتِ فراغت از تعلیم تنہا شدہ مشغولی بحقِ سبحانہ [و تعالیٰ] می نمودہ باشند:

اعتجل فالوقت سیف" قاطع

وقتِ جوانی عجب وقت است، حق سبحانہ و تعالیٰ در بطالت نگذراند۔ درین وقت ہر کاری کہ کندمی توان کرد و پیری بسرِ خود مرضی است کہ کار کردن در آن مشکل و در حقِ این داعی دعایِ خیر فرمایند کہ: حق تعالیٰ خاتمہ بخیر کرداناد و حُبِ ذاتی جانبین را عطا فرماید:

ذکر گوی ذکر تا ترا جان است
پاکیِ دل بذکرِ یزدان است

ہر فکر کہ جز بخدا وسوسہ دان
شرمی ز خُدا بدار این وسوسہ تا چند

گستاخی معاف والسلام و بخدمتِ میاں صاحب میاں غلام محمد جیو و میاں احمد جیو (۸۲) وسائر بزرگان تسلیمات برسد۔

این چہار رقعہ (ہا) بی کم وکاست در قلم آوردہ کہ تا یادگارِ حضرت قبلۂ حقیقی [و] کعبۂ تحقیقی تکیہ و تولایِ کونین [و] شفیعِ مشفعِ دارینِ این بندہ نزدوی در [ہر] دو جہان باقی باشد: و الـفـوض [۷ ب]

امری الی الله ان الله بصیر بالعباد ۝ (۸۳)

بازآمدیم بمقصدِ اصلی کہ ذکرِ مناقبِ آنحضرت بود رضی الله عنه [وارضاه]۔

اصل: ہنگامی کہ بندہ را بعد از فراغِ تحصیلِ علم بشرفِ بیعتِ خویش سرفراز [وممتاز] فرمودند۔ درآخر تلقین چنین فرمودند کہ: اگر کسی از شما مسئلۂ شرعی پرسد، از کتاب دیدہ بگوئید۔ از تاثیرِ این لفظِ مبارک ہر جا کہ می باشم در سفر و حضر مردم از من مسائلِ شرعی می پرسند و بیان می کنم و چون بخدمت باز مشرف شدم، از احوالِ طالبانِ علم کہ ہمراہِ بندہ آمدہ بودند، استفسار نمودند۔ عرض کردم کہ: بعضی از ایشان بجای دیگر رفتہ اند۔ خود بدولت این بیت فرمودند:

گر بیائی بیا ، کہ دربانی نیست
ور بروی برو کہ پاسبانی نیست (۸۴)

روزی یکی از غلامانِ حضور از سفرِ دور در حضورِ [عالی] برسید [ازو] پرسیدند کہ: تنہا آمدی؟ [او] عرض کرد: بلی صاحب! پس [خود بدولت] این بیت فرمودند:

شوقِ طوافِ کعبہ چو در دامنت گرفت
تدبیرِ زاد و راحلہ شدشد نشد نشد (۸۵)

وہم روزی این غلامی از غلامانِ حضورِ عالی عرض نمود کہ: من شخصی ناکارہ ام و کسبی ندارم۔ پس طعام ولباسِ من بر خویشانِ من بمنزلۂ مصادرہ است۔ خود بدولت این مصرع خواندند:

دیوانہ باش تا غمِ تو دیگراں خورند (۸۶)

وروزی در جوابِ استدعای غلامی کہ در بابِ باغِ نواب غازی الدین گل ہای رنگارنگ شگفتہ اند، تماشای آن باید کرد۔ این بیت فرمودند کہ:

ما اسیراں را تماشای چمن درکار نیست

داغ های سینۂ ما کم تر از گلزار نیست (۸۷)

اصل: یکبار کہ در موسمِ طغیانیِ آب [از] سمتِ مہار شریف باین ملک خود بدولت تشریف آوردند و در منزلِ کشتی سوار بودند و طغیانیِ آب بحدی بود کہ از مہار شریف تا بلدۂ سیت پور (۸۸) واز آنجا تا بلدۂ فاضل پور (۸۹) ہمہ سیلِ عمیق [بود] و دریای سندھ در تلاطمِ امواج بود۔

چون خبرِ نیکو اثر تشریف آوریِ آنحضرت قبلۂ من قدس سرہ بسمعِ بندہ رسید۔ بہ ہمراہیِ دو سہ یاران از یارے والی (۹۰) کہ جاگیرِ قاضی صاحب قاضی نور محمد کوریجہ مرحوم (۹۱) بود، بر منزلِ کشتی بسمتِ سیت پور روانہ شدیم و نزدیکِ شہر رسیدیم۔ دیدیم کہ کشتیِ کلان بنظر آمدو ملاحانِ آن ہمہ جامۂ شرعی ہمچون صوفیان داشتند و سیمای صالحان پیدا آوردہ دانستیم کہ این کشتی البتہ [منزلِ] سواریِ آنحضرت باشد کہ ملاحانِ آن این لباس دارند۔ آخر ہم چنان بود کہ بدیدارِ فرخندہ آثارِ آن خجستہ اطوار قبلۂ ابرار این قدر علامتِ صلاح درایشان ہویدا آمدہ بود۔ پس بشرفِ [سلام و] اقدام بوسی مشرف شدیم و ہر دو کشتی باز روانہ بسمتِ یارے والی شدند۔ از لطف و کرم در تمام راہ محاکاتِ ذاتِ بابرکاتِ خویش و احوال پرسیِ بندہ [ارزانی] فرمودند۔

چون بوقتِ نمازِ ظہر بر کنارۂ خشکی نزولِ میمنت شمول فرمودند و ہمہ یاران بنماز شاغل گشتند۔ بعضی یاران کہ تازہ بشرفِ زیارت رسیدہ بودند، در ادایِ ارکانِ صلوٰۃ نوعی تساہل کردند و تعدیلِ ارکان [را] کما حقہ بجانیاوردند۔ خود بدولت فرمودند کہ: تعدیلِ ارکان نزدِ امام یوسف [رحمۃ اللہ] (۹۲) فرض است و بترکِ فرض، نماز از دست می رود۔ قومہ و جلسہ در کوع و سجود و تسبیحات را درست بجا باید آورد، تا نماز بمحلِ قبول رسد۔ پس ہمہ حاضران ازین معنی متنبہ شدہ سر رشتہ کار را حسب الارشاد از سرِ نو بدست آوردند۔ (۹۳)

آخرِ شب در کوٹلہ مہر علی (۹۴) افتاد و پشہ در آنجا از حد زائد بود کہ ہیچ کس را مجالِ

استادن برزمین نبود۔ درآن حین خود بدولت بقضای حاجت در جنگل رفتند و بندہ و شخصی دیگر کوزۂ آب بدست کردہ ہمراہ رفتیم و از زخمِ پشہ بی قرار بودیم ۔ چون از آنجا بعد از فراغِ استنجا باز آمدند۔ بندہ از ایذای پشہ شکایت کرد۔ آنحضرت بتمام آسودگی بودند کہ: گویا پشہ گردِ آن ذاتِ [ملکی صفات] ہرگز نگردیدہ، از این معنی تمام تعجب شد وبعد از یک پاسِ شب ملاحانِ کشتی حضرت قبلہ [رضی اللہ عنہ] راروان ساختند و بندہ بیرونِ قریہ یارے والی مرض شد وبعد از دوسہ روز کسی خبر آورد کہ آن کشتی بر کنارۂ دریای سندھ می رفت کہ طاقچۂ کشتی از ضربِ چوبی جدا شدہ و کشتی قریبِ غرق شدن گشت واز مردم واویلا برآمدہ بود کہ بہ یمنِ توجہ حضرت قبلۂ من [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کشتی قرار یافت وطاقچہ راباز درست کردند۔ دراین اثنا [میاں صاحب] میاں محمد موسیٰ والا (۹۵) از یارانِ آنحضرت گفت [۸ الف] کہ این کشتی چگونہ غرق شدی کہ ہیچ کشتیِ اولیای اللہ گاہی غرق نشدہ است ۔ خود بدولت بجوش آمدہ فرمودند کہ: ای میاں محمد جیو! کدام کس را درین کشتی ولی اللہ مقرر کردی؟ شاید کہ تو ولی باشی؟ ہمہ ساکنانِ کشتی از ہیبتِ آنحضرت چنان دم بخود گشتند کہ باز حکایتِ خللِ کشتی درمیان نیامد۔ غرض آنکہ: آنحضرت [قبلہ] قدس سرہ باوجودِ آن کمال کہ درولایتِ ایشان احدی را از مسلمانان وکافران [ہیچ] شکی نبود، خود را چنان قاصر می داشتند کہ: گویا مبتدی اند وخوفِ حق بردلِ ایشان تمام مستولی بود۔ چنانکہ از رقعاتِ مرقومہ معلوم شدہ واین معنی کمالِ عبودیت است کہ او تعالیٰ شانہ بذاتِ ایشان ارزانی فرمودہ [و] الحمد للہ علی ذلك ○

اصل: [و] مناسب این نقلی دیگر است کہ در مرضِ وصال درسیت پور تشریف آوردہ بودند و قصدِ آن داشتند کہ خود را در حضورِ [اعلیٰ] حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ رسانند، تا پیشِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ شربتِ وصال [را] بنوشند و چند روز در آنجا اتفاقِ معالجہ از دستِ قاضی محمد عمر

حکیم (۹۶) افتاد۔ پس روزی کہ قاضی موصوف حضرت قبلۂ من قدس سرہ را ضعفِ تمام دید، چشم تر کردہ عرض نمود کہ: او تعالیٰ بکرمِ خویش آن ذات را شفای کلی عطا فرماید کہ پس از حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ برروی زمین خلیفۂ برحق ذاتِ مبارکِ شما است۔ خود بدولت بجوش آمدہ فرمودند کہ: چہ می گوئی ای قاضی؟ باز فرمودند کہ: خلیفہ آن کس است کہ مایۂ ایمانِ خود را بسلامت برد [و] قاضی درگریہ شد۔ (۹۷)

اصل: چون بندۂ درگاہ در نوبتِ اوّل برکابِ فیض مآب حضرت قبلۂ خود [رضی اللہ عنہ] بسمتِ مہار شریف بزیارتِ حضرت قبلۂ عالم [وعالمیان] قدس سرہ راہی بود۔ شبی در موضع صالح پور (۹۸) کہ شیخ محمد قریشی مرحوم (۹۹) حضرت قبلۂ من را در آنجا دعوت نمودہ بود۔ ذکرِ بعضی مسائل و فوائد در حاضرانِ مجلس حضرت قبلۂ من قدس سرہ درمیان آمد و مولوی صاحب مولوی نور احمد [رحمۃ اللہ] ساکن نوشہرہ (۱۰۰) و حافظ صاحب حافظ محمد سلطان پوری و قاضی حافظ یار محمد ساکن داؤد جال (۱۰۱) وغیرہ بزرگانِ این ملک ہمراہِ [او] بودند۔ در مسئلۂ اعداد: سبحان اللہ و الحمدللہ واللہ اکبر کہ بعد از ہر صلوٰۃ مکتوبہ موجب حدیث شریف خواندہ شود و بضمِ کلمہ: لا الہ الااللہ وحدہ لاشریك لہ الملك ولہ الحمد و ھو علی کل شی قدیر بصد و یکباری رسد۔ ثوابش در حدیث بعضی روایات مثلِ شمارِ نجوم است و بعضی دیگر زیادہ بحث افتاد و تعیین سی و سہ بار سبحان اللہ وسی و سہ بار الحمد للہ وسی و چہار بار اللہ اکبر برای نفع نقصان است کہ کمتر از آن نخواند و یا ثوابِ منوط باین عدد است کہ کمی و زیادتی در آن جائز نیست۔ آخر ہمہ بزرگان بر معنی اوّل اتفاق کردند و بندہ کہ خاموش بود، برای اظہارِ فضیلتِ خود گستاخ شدہ عرض نمود کہ: من در حاشیۂ حصن حصین (۱۰۲) دیدہ ام کہ مصنفِ آن در حاشیہ این مصرع نوشتہ است:

من زاد زاد الله فی حسناته (۱۰۳)

خود بدولت که سامعِ سخنِ ہریک بودند کشفِ حق را چنان بایضاح آوردند که: تعیینِ اعداد دراوراد شرطِ لازم ومناطِ حصولِ ثوابِ موعوداست۔ برمثالِ شخصی که گنجِ زررا درزیرِ خاک دفن کرده باشد و بعداز مدتی خواہد که آن گنج رابرآرد۔ [پس اورا] باید که احتیاطِ کلی کند وحفر درآن جا زند که خود نہاده باشد۔ زیرا که اگر بطرفِ دیگراز چپ وراست یا پیش وپس کلند زند گنج رانیابد۔ پس ہمه [بزرگان] تسلیم کردند و بنده از جسارتِ خود شرمنده شد۔ فی الواقع این جسارت موجبِ رفعِ جہلِ بنده شد و چون نزدیکِ حاصل پور شرقی (۱۰۴) رسیدیم۔ شب در قریهٔ موسومه کہلوار (۱۰۵) افتاد۔ اتفاقاً مسجدِ آنجا شکسته ریخته بود۔ خود بدولت منزل در حجرهٔ مسجد فرمودند و جای تنگ بود۔ چنانکه خود حضرت قبله و ہمه بزرگان در آن حجره بر زمین خفتند و بوقتِ استراحتِ حضرت قبله این بنده اندام [و پای] مبارکِ ایشان رابدست می مالید و من حکایتِ حالِ ماضی بعرض می رسانیدم که: فلان نوبت که از حضورِ عالی مرخص شده از راهِ کوٹله مغلاں (۱۰۶) بخانهٔ [خود] آمدم، در راه تمام خطرهٔ دزدان بود۔ [به یمنِ شما حضرت] بخیریت در کوٹله رسیده بر دروازه اش در مسجد نشسته بودم که آینده بوقتِ عصر [۸ ب] آمده مرا گفت که: اینجا نه نشیند و با من درونِ قلعه بیائید که آنجا مسجد محفوظ و آبِ گرم تیار است۔ شب درونِ کوٹله گذرانیدم و بتوجهٔ سامی ذاتِ بزرگان آنجا در خدمتِ من و یاری دیگر ہیچ دقیقه از طعام ولباس فرو نگذاشتند و بوقتِ صبح دم که برخاستم، در تمام شہر غوغا بود که امشب دزدان بیرون از شہر مسافران را زخمی نموده مالِ اوشان بغارت برده اند۔ این معنی که آن کس مرا درون [بردو] بسلامت ماندیم۔ از یمنِ ذاتِ قبله بود و از آنجا که روانه شدم [و] در اثنای جنگل راه گم کردم و شب تاریک شد [و] در حینِ آن مہلکهٔ ناگہان راه یافتم و بمنزل رسیدم، ہم از توجهٔ ذاتِ سامی بود۔ خود بدولت از سماعِ این مدارج تمام تبسم می فرمودند، گویا که در آن سفر بمن بودند و آن ہمه احوال بر ذاتِ بابرکاتِ ایشان جمله ہویدا بود۔

[نقل]: ومیاں صاحب میاں محمد جوئیہ مرحوم(۱۰۷) کہ بعد از وصالِ حضرت قبلۂ من[رضی الله تعالیٰ عنه] مدتی در مجاوریِ حضرت قبلہ گذرانیده برحمتِ حق پیوستہ است۔

حکایت می کرد کہ: من بعد از نمازِ عشاء در مسجدِ کہلواری در آن شبِ مذکورہ بوظیفہ شاغل بودم۔ چون بعد از فراغ برایِ خفتن بر درِ حجرۂ مذکورہ آمدم۔ ہمہ یاران در خواب رفتہ بودند، مگر ذاتِ حضرت قبلہ قدس سرہ کہ بیداردل بودند از آمدنم واقف شده مرا پیشتر خواندند و اشارت بہ پسِ من کردند کہ: بگیر این چہار پای را۔ چہ [می] بینم کہ چہار پای از غیب بر درِ حجرہ حاضر شده است و در آن وقت ہیچ کس [موجود] نبود کہ چہار پای او آوردہ باشد۔ من دست بآن چہار پای [زده] بآنحضرت [قبلہ رضی الله تعالیٰ عنه] اشارت بدست کردم کہ: جای چنان تنگ است کہ آدمی بہ آدمی فراہم آمده است۔ چہار پای کجا اندازم و بخسپم؟ [خود بدولت اشارت] فرمودند کہ: جای چہار پایۂ این چہار پای بدستِ تفحص کرده درمیانِ سرہای یاران [چہار پای را] فراز کن و بخسپ۔ باز عرض کردم کہ: جای تمام تنگ است، مبادا کسی از پہلو بہ پہلویِ دیگر جنبد و [اورا] ایذای رسد و مرا بی ادب مقرر کنند۔ ازاین واسطہ مرا سرہایِ بیرونی منظور است کہ بیرون خفتہ باشم۔ خود بدولت دستِ مبارک برسینۂ نازنین نہاده اشارت فرمودند کہ: این معنی بذمۂ ماست، بی وسوسہ چہار پای فراز کرده اینجا خواب کن۔ پس بحکم: الامر فوق الادب چہار پای درمیانِ سرہایِ بزرگان نہاده بخفتم [و] بوقتِ سحر ہمہ کس در خواب بودند کہ آنحضرت [قبلہ] قدس سرہ برخاستہ مرا بیدار کردند و تجدیدِ وضو فرموده شاغل شدند۔ بعده ہمہ یاران برایِ وظائف و ذکرِ جہر بیدار شدند و من کہ آن چہار پای را بیرون آورده نہاده بودم بوقتِ صبح باز ملاحظہ کردم کہ ناپیدا [شده] بود۔ پس آمدن و رفتن [آن] چہار پایِ مذکورہ از خوارقِ حضرت قبلہ بود رضی الله [تعالیٰ] عنه۔

نقل از سیادت پناه سید شاه محمد(۱۰۸) ساکن قریۂ حاجی محمد اکرم ڈہاکہ یکی از غلامانِ حضرت قبلۂ من [رضی الله عنه] بود۔ آنگاه یکبار کہ حضرت قبلۂ من سمتِ ملتان شریف عازم

بودند، درخانۂ خود دعوت نمودم۔ کرم فرموده اجابت فرمودند وصحی آن شب بملاقاتِ عمدة العلماء زبدة الصلحاء حافظ محمد اسمٰعیل [رحمة الله تعالیٰ] (۱۰۹) تشریف آوردند که بخدمتِ ایشان علاقۂ شاگردی داشتند۔ دوشب به صحبتِ ایشان گذارده بنده را امر فرمودند که: درخدمتِ ایشان برای رخصتِ ماعرض کن۔ چون بعرض رسانیدم۔ حافظ صاحب گرم دل شده فرمودند که: بلی! این میاں صاحب فقیراست ازصحبتِ ماملایان ملال دارد۔ پس خود بدولت مرا اشارت کردند که: بارِ دیگر عرض مکن۔ آخر دوشبِ دیگر هم مهمانِ حافظ صاحب شدند۔ تا آنکه خود حافظ صاحب [رحمة الله] آنحضرت را فرمودند که: خاطرِ ما مصاحبت همچون شما درویشان [را] بسا دوست می دارد۔ ازین جهت شما را چند شب مهمان داشته ایم وبطریقِ التماس با آنحضرت گفتند که: از حقیقتِ درویشی و پیر پرستی شما بوجهٔ احسن واقف هستم۔ چیزی از برکات وحسناتِ خویش بما هم ارزانی کنید۔ آنحضرت از راهِ ادبِ استاذیِ ایشان فرمودند که: اوتعالیٰ از همه وجوهات شما راموفق بالخیر نموده حاجتِ تلقین نیست۔ باز حافظ صاحب ملتمس شدند وآنحضرت تادیری در جواب توقف فرمودند۔

آخر الامر گفتند که: بحسبِ امرِ شما عرض می دارم که نوافلِ اوابین بعد از [۹ 'الف'] مغرب گذارده باشید۔ حافظ صاحب سر برآورده چنین فرمود که: خوب ارشاد شده است که من این نوافل [را] وظیفه ندارم وشما مرا باین حسنه رهبری کرده اند وازنورِ باطن گفته اند۔ رحمتِ حق بشما ارزانی باد۔

نقل است از میاں محمد جوئیہ مجاور آنکه چون حضرت قبله قدس سره تهیهٔ اسبابِ شادی برخوردار قوی طالع بلند اقبال صاحبزاده [حافظ صاحب والامناقب] حافظ محمد جیو طال عمره [وزاد برکاتہ] (۱۱۰) درپیش فرمودند وسکونت برکنارهٔ قطب واه داشتند وحضرت شیخ المشائخ غیاث العاشقین سند الواصلین حضرت قبلهٔ عالم وعالمیان خواجه صاحب پیرِ خود را از مهار شریف وسائر بزرگان وخلفای حضرت قبلهٔ عالم قدس سره را ودیگر خلائق بی شمار را دعوت فرموده

بودند و باوجود آنکه غارتیان ہمہ متاع و اسبابِ شادی را قبل ازان بغارت بردہ بودند خود بدولت از حالتِ سابق ہیچ گونہ متغیر نشدہ بودند، بلکہ آن غارت را بمعنی تجارت تصور می کردند کہ: در ضمنِ آن فیوضاتِ الٰہی و برکاتِ نامتناہی از پردۂ غیب بر آنحضرت [قبلہ رضی اللہ عنہ] رونما شدہ بود۔ چندان اہتمام بآن شادی داشتند کہ بتشریف آوریِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ وسائر بزرگان ہمچون گلِ تازہ خرم حال بودند کہ اسبابِ شادی از سابق زیادہ حاضر بود۔

چنانکہ این بندہ راقمِ حروف ہم در آن وقت در حضورِ عالی حاضر و از کثرتِ عالم اہلِ دعوت حیران بود کہ: این جنود اللہ از کجا آمدہ [است]؟ کہ از ہر دو کنارۂ قطب واہ در ہمہ عمارات، بلکہ در میدانِ زمین ہمہ جای لشکر ہا فراہم آمدہ بود [و] میاں محمد موصوف مرحوم می گفت کہ: بعد از تیاریِ انواعِ طعام از ہر گونہ کہ چند کوٹھہ پُر شدہ [بود]، مرا ارشاد دادن و رسانیدنِ طعام [بہ] ہر کس از شاہ و گدا صادر شد۔ چنانکہ بعد از ظہر درین خدمت سرگرم شدم و بہر کس میدادم و طعام دیگر ساعت بہ ساعت کار پردازانِ شادی نزدِ من آوردہ می نہادند۔ از ہر گونہ ہیچ کمی نبود، اما بوقتِ عشاء کار پردازان در تیار ساختنِ انواعِ اطعمہ درماندہ شدند [و نان ہا کم تر شدند] و ہنوز بہ ہمہ لشکر [دعوتِ] طعام [بہم] نرسیدہ [بود]، اندیشہ مند شدہ بحضورِ عالی رفتہ بعرض رسانیدم کہ طعام کمتر شدہ و اکثر عالم را ہنوز نان دادنی ست۔ خود بدولت از جای برخاستہ برسرِ آن طعام نزول فرمودند و مرا ارشاد نمودند کہ: جای کہ دستِ من در میانِ انبار ہایِ نان در آرم، تو از آنجا از دستِ من گرفتہ بجایِ دیگر نہادہ یاران را بدادن اشارت کن۔ پس من ہم چنان برحسب مرضی مبارک دست درمیانِ نان ہای آوردم و برداشتہ بر جایِ دیگری انداختم۔ در یک ساعت از آن طعامِ اندک چنداں انبار ہایِ نان بر مثالِ پشتۂ بلند یک جا جمع شدند کہ موجبِ حیرتِ نظارگیاں شد۔ آخر خود بدولت از آنجا برخاستہ بمسجد رفتند و [من] بعد از دو سہ گھڑی ہمہ لشکر طعام رسانیدہ منادی کردم کہ: اگر کسی را طعام نرسیدہ باشد، آمدہ بگیرد [و] ہیچ کس جواب نداد کہ: من نگرفتہ ام۔ آخر آن طعام بی

شمار را بمساکین واہلِ قریہ رسانیدم وفارغ شدم۔ این خارقِ حضرت قبلہ [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] بود کہ موجبِ رسوخِ عقیدتِ خلائق شد و الحمد للہ علی ذلک ○

[نقل]: ومثلِ این خارق از [آنحضرت قبلہ] بسیار بار بوقوع آمدہ، چنانکہ در ملکِ سنگھڑ غلامی از غلامانِ حضرت قبلۂ من دعوتِ آنحضرت [قبلہ] کردہ [بود] و برحسبِ اندازۂ خادمانِ حضورِ [عالی] طعام از نان وادام بمقدار دہ دوازدہ نفر تیار نمودہ اتفاقاً تا وقتِ شب زائرانِ حضرت قبلۂ من [رضی اللہ عنہ] زیادہ از صد نفر فراہم آمدند وصاحبِ دعوت کہ مردِ مسکین بود، بحضورِ عالی عرض نمود کہ: طعام تمام اندک است ومردم بسیار۔ خود بدولت تبسم نمودہ فرمودند کہ: تسلی کن [و] بوقتِ احضارِ طعام دستِ مبارک خود را در طعام آوردند [و] طعام چندان وافر شد کہ: ہمہ زائران، بلکہ باہلِ شہر ہم رسید۔ (۱۱۱)

نقل [است از] میاں محمد جویۂ موصوف مرحوم۔ می گفت کہ: روزی حضرت قبلہ قدس سرہ بیرون از مسجد زیرِ چھاندنِ چوبین قیلولہ فرمودند ومن در آنجا بر کنارۂ قطب واہ نزدیکِ آنحضرت بخواب رفتم۔ بوقتِ نمازِ ظہر در پیشِ خدمت بیدار شدہ نشستہ بودم کہ در خاطرم بی باعث گذشت کہ: سبحان اللہ امروز در عالمِ دنیا از فیضِ حضرت قبلۂ ما ہمہ غلامانِ [زندہ از ہرگونہ] مستفیض [۹ ب] ہستیم۔ فردا پس از وصالِ آنحضرت [قبلہ] اگر ما غلامان زندہ مانیم، حالِ ما چگونہ خواہد بود و آیا این توجہ وکرمِ حالی دربارۂ ما بہ چہ وجہ خواہد بود؟ خود بدولت روی مبارک سوی من آوردہ فرمودند کہ: ای فلان! این اندیشہ مکن کہ اہل اللہ در حینِ حیاتِ [خویش] دو حصہ شاغل ومتوجہ بحق [تعالیٰ] باشند ویک حصہ متوجہ بیارانِ خود وبعد از وصال دو حصہ متوجہ بیاران باشند ویک حصہ بخداوند تعالیٰ وگاہ باشد کہ بوقتِ ضرورت آن یک حصہ [توجہ] ہم [ہمگی] بسوی یاران عائد گردد۔ پس ازین اشارت دریافتم کہ وصالِ حضرت قبلہ قدس سرہ پیش از مرگِ [من] بوقوع آمدنی است، لیکن مرا تشفیِ خاطر حاصل شد کہ توجہ حضورِ [عالی] دربارۂ ما غلامان زیادہ از سابق خواہد بود و

مناسب این نقل نقلی دیگر است۔ (۱۱۲)

[نقل] کہ روزی حضرت قبلہ باغلامان در مہار شریف در حجرۂ خاصِ خویش نشستہ بودند۔ حضرت صاحبزادہ گوہرِ بحرِ حقیقت سالکِ مسالکِ طریقت حضرت نور الصمد شہید نــور اللہ [تعالیٰ] مرقدہ (۱۱۳) در آن مجلس حاضر بودند کہ حضرت قبلۂ من برای زیارتِ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] از آنجا ارادہ برآمدن کردند [و] حضرت صاحبزادہ صاحب دویدہ نعلینِ ایشان بدستِ خود راست کرد [و] حضرت قبلۂ من از غم تمام تنگ دل شدند [و حضرت] صاحبزادہ صاحب بمعذرت عرض کرد کہ: ای میاں صاحب! شما باین قدر نیازِ ما این چنین تنگ دل می شوند و حال آنکہ ما ہمہ صاحبزادگانِ قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] و دیگر یاران بعد از وصالِ آنحضرت، یعنی قبلۂ عالم قدس سرہ بی آنکہ زین براسپان نہیم بر دروازۂ شما حاضر خواہیم بود۔ چون حضرت قبلۂ من از غم دست انداختنِ [آن] صاحبزادہ صاحب بہ نعلین ایشان تمام غمگین بودند، از جوشِ دل چنان فرمودند کہ: حق تعالیٰ تا آن روزِ وصالِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ ما را زندہ نخواہد گذاشت۔ ازین لفظِ شدید کہ بر زبانِ واقعہ بیان رفت۔ حاضران را تمام دہشت آمد کہ: این لفظ از اثر خالی نباشد۔ آخر آن چنان شد کہ فرمودہ بودند کہ پیشتر از وصالِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ [شربتِ وصالِ حق نوشیدند]۔ (۱۱۴)۔

[نقل از میاں محمد جوئیہ مرحوم آنکہ: اہلِ پردۂ آنحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ] در حینِ حیاتِ ایشان اکثر اوقات بمرضی گرفتار می بودند و خود بدولت از آمدن و رفتن بمہار شریف برای زیارت و مصاحبتِ حضرت قبلۂ عالم [و عالمیان] قدس سرہ ہیچ گاہی از عادتِ مستمرہ تفاوت نمی کردند۔ یکبار چنان اتفاق شد کہ حضرت مائی صاحبہ رضی اللہ [تعالیٰ] عنہا تمام مریضہ بودند۔ چنانکہ تہیۂ کفن ہم کردہ بودند و حضرت قبلۂ من در آن حین باوجود این شدتِ مرض بسمتِ

مہار شریف عازم شدند وخلق اللہ حیران بود کہ مریضِ خود را گذاشتہ چگونہ بیرون بسفر می روند؟ چون آنحضرت بدان عزم از شہرِ حاجی پور بیرون آمدند وخلق بسیار برای رخصت برکابِ عالی بود وہر کس را رخصت می فرمودند۔ میاں محمد موسیٰ والا کہ از غلامانِ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] و [از] خادمانِ این حضرت [قبلہ] بود ودر خدمتِ ایشان تمام گستاخ بود وبی تحاشا ہر عرض کہ کردنی بودی، می کردی۔ نزدیکِ آنحضرت رفتہ بشوخی گفت کہ: ترا ہیچ کس سخنِ راست نمی گوید کہ مریض را گذاشتہ بخدمتِ پیر [و] مرشد می روی۔ این کار کہ تو می کنی، ہیچ کس نمی کند۔ خود بدولت نزدیک شدہ در گوشِ میاں محمد موسیٰ والا فرمودند کہ: ای فلان [میاں]! مریضِ مذکور درین نوبت نمی میرد۔ پس میاں مذکور دہشت خوردہ باز استادہ وتابِ دم زدن نداشت۔ آخر آن چنان شد کہ: مائی صاحبہ رضی [اللہ عنہا] ازان مرض شفا یافت، بلکہ بعد از وصالِ آنحضرت سی سال زندہ ماندند۔ (۱۱۵)

نقل [است] از میاں محمد جویۂ مرحوم آنکہ: مرا عادتی بود کہ بعد از فراغِ حاجتِ انسانی در آنجا استادہ بسوی برازِ خود می دیدم۔ روزی حضرت قبلہ [رضی اللہ عنہ] مرا سرزنش فرمودند کہ: این چہ عادت داری کہ بر قاذورۂ خود می بینی؟

غرض آنکہ: آنحضرت را بر احوالِ یارانِ خود، بلکہ بر احوالِ تمام عالم اطلاعِ کمال بود۔ چنانکہ [۱۰ 'الف'] یکبار این راقم را حضرتِ قبلۂ من فرمودہ بودند کہ: کتاب صحیح مسلم (۱۱۶) وشرحِ آن نوشتنی است۔ بوقتِ فراغت نوشتہ دہید و بندہ متعہدِ این خدمت شدہ بود۔ بعد از مرورِ ایام کہ بزیارت مشرف شدم۔ این عرض بحضور کردم کہ: کتابِ مذکورہ حوالۂ من فرمایند کہ فارغ نشستہ ام۔ چون خود بدولت بر احوالِ [غفلتِ] بندہ کہ یادِ حق را وذکرِ جہر را در نوشتنِ کتاب ہا [درسی] و [شغلِ] تعلیمِ طالبانِ علمِ ظاہری از دست دادہ بودم، بنورِ باطن مطلع بودند۔ بندہ را ہمین جوابِ [باصواب] فرمودند کہ: عوضِ ارقامِ کتابِ ما خود را در یادِ حق مصروف دارند [و] باز بوقتِ ترخیص کہ ہمان عرض کردم: مکرر بہ تکرارِ آن جواب منفعل گشتم۔ حق سبحانہ و تعالیٰ بہ یمنِ

امدادِ آنحضرت [قبلہ رضی اللہ عنہ] توفیقِ یادِ خویش این بندہ را رفیق گرداناد، تا سرمایۂ حیاتِ [من] در بطالت و غفلت نرود و بر حسبِ الفاظِ کریمہ کہ از آنحضرت در عنواناتِ رقعاتِ مرقومۂ سابقہ در حقِ بندہ دعای توفیق بمرضیاتِ حق صادر گشتہ خاتمۂ من بر سعادت دارین گردد۔

نقل [است] دیگر از میاں محمد جوئیہ (۱۱۷) کہ [یکی] از یاران و غلامانِ حضرت قبلۂ من بود۔ آنکہ بوقتِ شادی خانہ آبادی صاحبزادہ والا تبار بلند اقبال حضرت حافظ محمد جیو دام اقبالہ و ہو کاتہ مرا برای آوردنِ جامہ ہای افریشمی و چھاپہ دار حسبِ مرضی اندرون مائی صاحبہ رضی [اللہ عنہا] روانہ بہ اوچ متبرک فرمودہ بودند و من در خریدِ جامہ ہای نوعی خیانت کردہ و قیمت زیاد از نفس الامر بر تریزۂ کاغذ درست کردہ پیشِ آنحضرت [قبلہ] آوردم۔ [خود بدولت] فرمودند کہ: ہمہ بجا کردی۔ این تفصیلِ قیمتِ جامہ ہای و حسابِ تریزہ چہ ضرور بود؟ بگذار کہ ہمگی نفع کردہ [آوردی]۔ ہر چند کہ الحاحِ استماعِ [حساب شدم۔ خود بدولت ملال فرمودند۔ چون تمام باعثِ حساب شدم۔ یک دو تریزہ را] شنیدہ فرمودند کہ: این جامہ ہای باین قیمت آوردی زیادہ چرا نوشتی و برای خود کہ چیزہا خریدی، قیمتِ آن از کجا دادی؟ آخر از کردۂ خویش منفعل شدم

و ہم چنین در فاضل پور یکبار تشریف آوردہ بود و من بخدمت حاضر بودم و نذر و نیاز کہ مردمِ آنجا [بحضورِ عالی] می آوردند، خازنِ آن [ہمہ] من میاں محمد (۱۱۸) بودم و خیانتِ آن امانت از من بوقوع آمد[ہ بود]۔ [چون] بوقتِ شب بعضی نیاز ہا از قسمِ قندِ سیاہ و مثلِ آن کہ بخدمت گذرانیدم۔ فرمودند کہ: مرا حاجت نیست، تو این ہمین شرینی ہا را در کارِ خود صرف کن۔ ہر چند کہ الحاح کردم۔ فرمودند کہ: مصری خود گرفتی و قندِ سیاہ بما می دہی۔ این چہ مناسب است؟ آخر شرمندہ شدم۔ (۱۱۹)

نقل است از میاں یار محمد قوم پچار (۱۲۰) کہ از یارانِ صادق و غلامانِ عاشقِ آن محبوبِ ربانی حضرت قبلۂ ایمانی ست۔ آنکہ چون در ہنگامِ مرمت کنانیدنِ چاہ اندرونِ حویلی

خاصِ خود در حاجی پور جهتِ اتمام این صدقۂ جاریہ کہ فیضِ آن دائم و باقی خواہد ماند، متوجہ بودند۔ بندہ در حضورِ عالی مشرف زیارت شدہ بود و مبلغ از حد بسیار صرف می شد۔ از حضورِ عالی مرخص شدہ بخانۂ خود رسیدہ یک زیور کنگنِ نقرہ بدست کردہ، باز بخدمت آمدم و آن کنگن را بحضورِ عالی نذر گذرانیدم [و عرض کردم] کہ: البتہ مزدوریِ یک دو نفر خواہد شد، از بندہ قبول فرمایند۔ [خود بدولت] فرمودند کہ: ای فلان! کارِ ما فقرا را حق سبحانہ [تعالیٰ] خود بخود بکرمِ خویش بسرِ انجام می رساند و تو مردِ مسکین ہستی، از تو نمی گیرم۔ یک دو بار الحاح نمودم، مقبول نیفتاد۔

آخر روزی در حجرۂ خاص برای قیلولہ تنہا شدہ در استراحت بود۔ بہ بہانۂ خدمت مالشِ اندامِ مبارک درون رفتم و باز [آن] عرض نمودم۔ خود بدولت ہمان جواب فرمودند۔ چون تمام ملتجی شدم۔ قضارا ای آنکہ در آنجا جریانِ باد و ہوب ریح را مدخلی باشد۔ یک طرف بوریای فرش کہ در آن حجرہ بود برخاستہ و واژگون شد و نظرم بدان طرف افتاد چہ می بینم کہ زمین [۱۰ ب] در زیرِ آن [بوریا] ہمگی فرشِ زر شدہ است [و] باز آن بوریا درست شد۔ از معاینۂ این امرِ غریب دہشت خوردہ بیرون دویدم و [چنان] دانستم کہ وقوعِ این صورت از غصہ و خشمِ آنحضرت [قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ] گردیدہ، آخر بردرِ حجرہ بنشستم و بدل [چنان] خیال بستم کہ چون آنحضرت [قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ] بعد از قیلولہ بیرون تشریف فرمایند، اگر بنامِ من خواندہ مرا بہ پُر ساختن کوزۂ آب ارشاد فرمایند، مرا تسلی خواہد شد و اگر مرا یاد نفرمایند، یقین دانم کہ بر بندہ خاطر گران ہستند۔ چون تشریف بیرون آوردند، مرا یاد فرمودہ حکم بہ پُر ساختنِ کوزہ فرمودند و خاطرم تسلی یافت و یقینم شد کہ: قرض برداشتنِ آنحضرت [قبلہ رضی اللہ عنہ] محض بہانہ و مراعاتِ ظاہر است و فی الحقیقت خزائنِ غیب و فتوحاتِ لاریب بدستِ حق پرستِ ایشان است والحمدللہ علی ذلک۔ (۱۲۱)

نقل است از میان محمد جوئیہ مرحوم می گفت کہ: در آن ہنگام روزی میان محمد موسیٰ والا

تریزۂ حسابِ مزدوریِ مزدوران کہ درکاویدنِ [دہنہ] چاہ اندرونی محنت می کردند، درست کردہ حاضر آورد [و] گفت کہ: امروز چندین مبالغ از ہندو قرض برداشتہ ام، اگر بدین صورت تعمیرِ چاہ بتمام رسید، ہزارہا خواہد شد۔ [خود بدولت] فرمودند کہ: بعد ہذا پیشِ ما این چنین بیانِ این معنی مکن۔ چون کار بتمام رسد، خواہم شنید وحق تعالیٰ آسان خواہد ساخت۔ غرض آنکہ: موجبِ منع این معنی بود کہ تا خاطرِ شریفِ آنحضرت [قبلہ] را خیالِ صرفِ مبالغِ بی شمار از حضور مع اللہ بازندارد و رہزنِ سلوک نگردد و برحسبِ فرمودۂ آنحضرت دراندک ایام مبالغِ قرضِ ہندو ادای گشت وکسی ندانست کہ از کجا آمدہ وچگونہ ادا شدہ؟

نقل است از میاں محمد دہکانہ مرحوم (۱۲۲) [آنکہ] قوالِ دربارِ آن [حضرت] قبلۂ ابرار۔ آنکہ میاں محمد نامی سکنۂ راجن پور مشہور بہ میاں محمد اُن تنب (۱۲۳) برزنی عاشق بود و بہرِ وصالش از فرطِ محبتِ آن معشوقہ تمام مضطرب وخوار بود۔ بعد از مدتی صورتِ وصالِ زنی کہ مذکورۂ او رابدست آمد کہ بیرون از شہر بمکانی خالی یکجا شدہ بودند ودر آن حین فساد آگین حضرت قبلہ قدس سرہ بدوسہ خادمان ناگہان درراجن پور از پردۂ غیب حاضر شدند [و] بمجردِ نزولِ میمنت شمول یکی را بہ نشان دادند کہ: درفلان جای میاں محمد بازنِ بیگانہ تنہا نشستہ است، زودتر رفتہ وودیدہ اورا از بازو گرفتہ دراینجا بیار۔ آن شخص دویدہ درآنجا رفتہ اورا گرفتہ بحضورِ عالی رسانید [و] خود بدولت اورا تمام تنبیہ وتادیبِ لسانی فرمودند واز آنِ مہلکہ غلامِ خود را نجات ارزانی فرمودند۔ غرض آنکہ: ذاتِ ملکی صفاتِ آنحضرت [قبلہ] ہمچون ملائکہ حفظ [و] نگہبانِ غلامان بود۔ چرا نگہبانی نفرمایند کہ ہرکس بدامنِ فیضِ میامنِ ایشان دست زدہ است، امیدوارِ نجاتِ دارین است۔

ومثلِ این نقل نقلی دیگر است کہ یکی از یارانِ آنحضرت [قبلہ] قدس سرہ روزی بسوی زنِ بیگانہ بچشمِ شہوت نظر کرد [و] درشبِ آئندہ بخواب دید کہ: ملائکۂ عذاب پیشہ چشم ہای این قسمِ بدنظران را دردیگِ مسین جمع نمودہ [بر] آتش نہادہ بریان می کنند [و] فردا از دہشتِ خوابِ

مذکور در حضورِ عالی مشرف شده عرض کرد کہ: آیا در دیدنِ زنِ بیگانہ بہ نظرِ بد عذابی سخت باشد؟ [خود بدولت] فرمودند کہ: سوال از امری کہ بمشاہدہ آمدہ [باشد] چہ معنی دارد؟ سزای کاری کہ خود بچشم دیدہ ای، از ما چہ می پرسی؟ (۱۲۴)۔

نقل است از میاں محمد بری مرحوم (۱۲۵) کہ از خادمانِ حضرت قبلۂ من [و از غلامانِ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ] بود۔ آنکہ یکبار حضرت قبلہ بہ ہمراہیِ بسیار بزرگان و مولویان بسمتِ مہار شریف بزیارتِ حضرت غیاث العاشقین سند الواصلین فرد الطریقت قطب الحقیقت حضرت خواجہ قبلۂ عالم قدس سرہ [اا'الف'] راہی بودند وشبی در مسجد حافظ یحییٰ نابینا ساکن شہر مردمِ نیکوکارہ شیخ واہن (۱۲۶) اتفاقِ منزل افتاد۔ حافظ مذکور کہ مردِ عالم بود و در علمِ حدیث دخلی وافر داشت۔ بمجردِ نزولِ بزرگان در مباحثہ پیوست واز [این] معنیٔ حدیثی پرسید وسوالی مشکل آورد وہمہ بزرگان در جواب آن ساکت بودند ومولوی صاحب والا مناقب مولوی محمد اکرم مرحوم راجن پوری (۱۲۷) وحضرت قاضی صاحب ذوالمجد والمواہب قاضی محمد عاقل قدس سرہ وقاضی درویش محمد (۱۲۸) وسائر علمای کرام ہیچ جوابی ندادند۔ پس حضرت قبلۂ من میاں محمد بری را فرمودند کہ: وقایہ (۱۲۹) اجزای متفرقہ کہ در سفر وحضر با خود می داشتند، برداشتہ بیار۔ اومی گوید کہ: من حاضر کردم۔ از آن وقایہ یک تریزۂ کاغذِ [مرقوم] برآوردند وبمن دادند کہ بدست یکی ازین بزرگان بدہ کہ حافظ مذکور را جوابِ این خدشہ فہمایندہ بدہد [و] آنچنان کردم [و] حافظ مذکور بسماعِ آن جواب سرو شدہ برخاست وفرزندِ خود میاں عبدالغفور (۱۳۰) را ندا داد کہ: اکنون دعوتِ این فرقۂ علما بر ما لازم شد کہ بزور از ما می گیرند وہمہ بزرگان از طعامِ دعوتش تناول کردند وحضرت قبلہ قدس سرہ نان وادامِ خود تناول فرمودند کہ دعوتش از رغبتِ دل نبود۔

غرض آنکہ: علمِ حضرت قبلہ [ہمہ] لدنی بود [و] باوجود آنکہ از دیر باز شغلِ علمِ ظاہری را ترک نمود شغل مع اللہ داشتند۔ اکثر مسائلِ دین ومباحثِ علمِ ظاہری فرا یادِ ایشان بود۔ چنانکہ این

بندہ دوسہ بار در پرسیدنِ بعضی مسائل امتحانِ این معنی نمودہ است۔

نقل [است] دیگر مناسبِ این نقل مشہور است کہ در سیت پور وقتی کہ حضرت قبلۂ مابرکاتِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ یکبار شرفِ نزول داشتند۔ مولوی صاحب مولوی علی محمد جیو مرحوم (۱۳۱) عبارتِ [یک] کتابی از کتبِ فقہ در خدمتِ علما کہ برکابِ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] بودند، پیش نہاد و معنی آن بظاہر درست نمی شد و مولوی صاحب مولوی محمد اکرم جیو (۱۳۲) ہم جواب ندادند۔ آخر آن عبارت در خدمتِ حضرت قبلۂ من آورد [و] خود بدولت آن کلام را بوجہی وارتباطی خواندند کہ آن خدشہ بمجرد خواندن دفع شد۔

نقلِ دیگر از میاں محمد بری مرحوم آنکہ چون بعدِ وصالِ آنحضرت قبلۂ من [رضی اللہ عنہ] بعضی یاران واین بندہ در حضورِ [اعلیٰ حضرت] قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] در مہار شریف حاضر بودم کہ روزی گفتگوی بنای روضۂ حضرت قبلۂ من در خدمتِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ بمیان آمد و یکی از ایشان گفت کہ خود بدولت می فرمودند کہ: بر سرِ قبرِ ما سایۂ بنای و یا چیزی دیگر موقوف دارید کہ تا مانعِ رحمتِ آسمانی نگردد۔ [خود بدولت] حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ فرمودند کہ: شما قدر و شانِ میاں صاحب نمی دانستند کہ دست بعنانِ اسپ ایشان زدہ ہر جا کہ می خواستند، می بردند۔ آیا قدر و منزلت میاں صاحب قدس سرہ را از قدر و منزلتِ حضرت شیخ صاحب شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کمتر دیدہ اید؟ کہ بنای روضۂ ایشان نمی کنید (۱۳۳)۔ بر وید زود تر بنای روضہ کنید و نورِ دلِ ایشان بسندہ است، حاجتِ بنورِ آسمانی ندارند۔ باز در حضورِ اعلیٰ عرض کردیم کہ: جای روضہ تمام تنگ است۔ چنانکہ گذشتن درمیانِ [روضۂ] آنحضرت [قبلہ] و مزارِ قبلہ گاہِ ایشان میاں [صاحب میاں] صالح محمد مرحوم (۱۳۴) تمام بی ادبی است کہ ہر دو مزار شریف بیک دیگر تمام قرب [واتصال] دارند۔ [خود بدولت] فرمودند کہ: باکی نیست۔ [ہرگاہ] در سر انجامی بنای روضہ خواہد شد۔ جای [روضۂ خود بدولت] خود بخود فراخ خواہد شد۔ آخر آن چنان شد کہ حضرت قبلۂ

عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] فرمودہ بودند کہ: از اندرونِ روضۂ ایشان واز [جانبِ] بیرون ہم میدانِ فراخ ہویدا است، باآنکہ پہنای دیوارِ روضہ بچند وزاع است۔ راقمِ این حروف بعرض ناظران می رساند کہ ازین نقل ہم ترجیحِ مرید بر شیخ پیدا می آید (۱۳۵) کہ حضرت قبلۂ عالم قبلۂ من [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] را برابر قدر و منزلت شیخ العالمین حضرت خواجہ فرید [۱۱ب] الدین قدس سرہ فرمودہ اند (۱۳۶)۔ ذاتِ بابرکاتِ حضرت قبلۂ من عجب جوہرِ لطیف وعنصرِ شریف بود کہ جامعِ شریعت وطریقت وحقیقت بود۔ چنانکہ پاس [ومراعاتِ ظاہرِ] شریعتِ مطہرہ در ہمہ ابواب بدرجۂ اتم بود کہ ہیچ مستحب از مستحبات وآداب فرونمی گذاشتند وعلی الدوام باطہارۃ کاملہ می بودند، بلکہ نومِ ایشان ہم بر طہارت و وضوی تازہ بوقوع آمدی ولطف وکرمِ ایشان دربارۂ جمیع غلامان چنان مصروف بود کہ ہرکس چنان می دانست کہ این قدر لطف کہ بمن ارزانی دارند، بدیگرِ کسی نیست۔ آری ذاتِ مبارکِ ایشان آفتابِ عالم تاب بود کہ برہمگنان یکسان می تافت۔ در تقدیمِ مراتبِ طریقت وآدابِ مجاہدہ وریاضت چنان مصروف بودند کہ در محفلِ مبارکِ ایشان ہیچ کس را یارای ذکرِ امورِ دنیاوی نبود، بلکہ بحضورِ ایشان اگرچہ ہزار کس از عام وخاص حاضر بودی از ہیبتِ ایشان ہیچ کس بدونِ مرضیِ مبارکِ ایشان ہیچ گونہ دم بر [نیاوردی و ہرکس سرفگندہ خاموش بودی ودر مراعاتِ چہار رکن کہ: قلتہ الطعام و قلتہ الکلام و قلتہ]المنام و قلتہ الاختلاط مع العوام [است] مبالغہ تمام داشتندی کہ بوقتِ تناولِ طعام وشراب بجماعتِ حاضران چنان بنظر می آمد کہ زیادہ از دوسہ لقمہ نخوردندی وآب ہم براین مثال کمتر نوش جان کردندی وسکوت و استغراق را چہ بیان [کنم] کہ دراحدی از خلفای حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] مثلِ [سکوتِ] ایشان ندیدہ شد وکمی خواب ہم بدرجۂ اتم بود کہ بقدرِ ضرورت واستمداد بیداری دائم بود ومصاحبتِ آنحضرت [قبلہ] بمردم ویارانِ خویش [ہم] جہتِ ایصالِ فیض بود، وگرنہ دلِ مبارکِ ایشان در تمام نفرت از مردم بودی۔

چنانکہ بعد از ترخیصِ حضورِ اعلیٰ اکثر اوقات چندروز در خانہ گذرانیدہ در ملتان رفتہ در مسجدِ چار یار گوشہ وخلوت می گرفتند وبجز یک دونفر از خادمانِ ہیچ کس ہمراہ نبودی ودر حقائق صوفیہ صافیہ چنان ذوق ودرک ووجدانی ومعرفتِ دقائق نہانی پیدا آوردہ بودند کہ حضرت شیخ المشائخ مظہر اسرارِ صمدانی حافظ جمال محمد ملتانی قدس سرہ (۱۳۷) درخطابِ این بندہ چنان می فرمودند کہ: ہرگاہ ماسہ یاران، یعنی حضرت قبلۂ من و [حضرت] قاضی صاحب قاضی محمد عاقل ومن بندہ جمال رضی اللہ [تعالیٰ] عنہما در حضرت مہار شریف پیشِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ سبقِ کتبِ حقائق چنانچہ: لوائح (۱۳۸) وسواء السبیل (۱۳۹) و تسنیم (۱۴۰) وسائر رسائل خواندہ بجای خود می آمدیم۔ تحقیقِ آن سبق از خدمتِ میاں صاحب، یعنی حضرت قبلۂ شما می نمودم۔ اگر چہ [در] ظاہر این فیض از حضورِ [اعلیٰ] قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] بودی، اما در حقیقت این ہمہ فیضِ ادراکِ مسائل وفہمِ آن کماحقہ از میاں صاحب بود کہ ماہمہ [یاران] را بہ بیان واضح می فہمانید ندو مناقبِ آنحضرت [قبلہ] از حدِ [بیان و] تحریرِ قلم وتقریرِ لسان، بلکہ از دائرۂ تبیینِ انس وجان خارج است۔ باین قدر اکتفا نمودم کہ مشتِ نمونہ خرواری ہست وبدرگاہِ حق جل و علا ہزار در ہزار شکر وسپاس درکار است کہ او سبحانہ و تعالیٰ این عاصی را در پلۂ این شاہِ والا بارگاہ بستہ است۔ الحمد للہ علی ذلک حمدا کثیر اکثیرا ○ (۱۴۱)

نقل است از شاہ احمد یار (۱۴۲) کہ یکی از غلامانِ حضرت قبلۂ عالم [وعالمیان] قدس سرہ است۔ می گوید کہ: در ایامِ عرسِ مبارکِ حضرت مولانا محب النبی رب العالمین [مولوی] فخر الدین محمد قدس سرہ در مہار شریف در مجلسِ این عرس حاضر بودم کہ حضرتِ شمارا، یعنی خواجہ نور محمد ثانی رضی اللہ [تعالیٰ] عنہ [را] وقت رسید وجاذبۂ شوقِ ایشان راچنان در کشید کہ نوبتِ اول از جای خود برجستہ اقدامِ مبارکِ ایشان در آن ہنگام بزانوی من رسیدند و باز گہ برزمین آمدہ برخاستند۔ اقدامِ ایشان برسینۂ من آمد ونوبتِ سوم ازان برخاستند، اقدامِ ایشان ازان بالاتر

رفتند۔ پس حضرت حافظ صاحب [کمال یعنی] حافظ جمال محمد ملتانی قدس سرہ قدمِ مبارکِ [۱۴۲ الف] ایشان رادر گرفت وگفت: ای حضرت! پاسِ شریعت کنید۔ پس بگفتۂ ایشان از آن جذبہ آرام گرفتند۔ چون این صورت ورودِ وجد وحال ومنعِ حافظ محمد جمال [در] خدمتِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ بیان کردند۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ بجای خود حافظ صاحب راچنان فرمودند کہ: ای حافظ جیو! شمارا امرِ معروف دراینجا کردنی نبود۔ حافظ صاحب جیو دستِ ادب بستہ دہشت خوردند وندامت بردند واین عاجز را برگفتۂ شاہ موصوف چندان اعتماد نبود ومتردد بودم۔ تا آنکہ بعد از مدتِ مدید بردروازۂ [روضہ] حضرت قبلۂ خود این عاجز ومولوی عزیز اللہ جنجن (۱۴۳) ہم خرقۂ این عاجز درذکرِ مناقبِ حضرتِ خود محظوظ بودیم ومیاں یار محمد پچار ہم حاضر بود۔ وی ہم این چنین بیان فرموذ کہ: من درآن مجلس حاضر بودم کہ حضرت قبلۂ ما را این صورتِ عروج دست دادہ بود۔ پس این عاجز را وہمہ یارانِ حاضر را تسلی تمام گشت وترددِ سابق زائل شد [و] درین اثنا مولوی عزیز اللہ فرمود کہ: من [ہم] از مخدوم صاحب مخدوم حامد گنج بخش صاحب دستار (۱۴۴) اوچ متبرکہ گیلانیان مثلِ این حالت برای حضرت قبلۂ خود قدس سرہ شنیدہ ام۔ باین صورت کہ چون مخدومِ مذکور درحینِ خرخشہ [ونزاع] وجنگ وجدل بہاول خان داد پوترہ (۱۴۵) کہ بایشان داشت، لاچار شدہ وبقرار سمتِ جنوب روانہ گشت [و] شبی نزدِ اسلام خان کورائی (۱۴۶) مہمان شدم ومن درآن جا حاضر بودم وبملاقاتِ مخدوم صاحب مشرف شدم۔ حضرت مخدوم صاحب بمشافۂ اسلام خان از من استفسار نمود کہ: ای مولوی! شما ہم بہ کسی بزرگ رابطۂ ارادت دارید وبیعت ہستید۔ بندہ عرض کرد کہ: آری! درخدمتِ خواجہ نور محمد نارووالہ قدس سرہ پیوستہ ام ودامنِ ایشان گرفتہ [ام]۔ مخدوم صاحب فرمود: مبارک باد! شما را کہ پیرِ بی نظیر یافتید [وگفت] کہ: من از مخدوم ناصر الدین کلان (۱۴۷) کہ بخدمتِ حضرت قبلۂ عالم وعالمیان [خواجہ نور محمد] مہاروی قدس سرہ بیعت داشتند، شنیدہ ام کہ: اوشان پیشِ ما چنین بیان نمودہ اندکہ:

یکبار حضرت میاں صاحب نارووالہ قدس سرہ سمتِ مہار شریف بخدمتِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ راہی بودند وشی نزدِ ما مہمان شدند۔ استدعای کردیم کہ: اگر کرم فرمودہ امروز در مجلسِ سماع اینجا حضور ارزانی فرمایند، زہی [سعادتِ ما]۔ پس اجابت فرمودند و در مجلس حاضر آمدند [و] برذاتِ شریفِ ایشان حالتی وارد گشت کہ: مقدار یک ساعت بالاتر از زمین رقصان بودند، یعنی مقدار یک گز بالا از زمین بودند۔ پس [این] نقل تائیدِ نقلِ اوّل ساخت و الحمد للہ علی ذٰلك و السلام علی من اتبع الھدی. ○ (۱۴۸)

فصلِ سوم: در [بیانِ بعضی فوائد و] مناقبِ [حضرت] حافظ صاحب حافظ محمد سلطان پوری رضی اللہ [تعالی] عنہ [کہ مریدانِ حضرت مولوی صاحب علیہ الرحمۃ بودند۔]

[اصل]: این بندہ نیاز مندِ درویشان کہ چندگاہ شرفِ مصاحبتِ ایشان یافتہ بی حجابانہ در ہر بابِ استفسار امری کہ بخاطرم رسیدی می کرد۔ روزی در راہی کہ درمیانِ عوام [و] خلق اللہ ازیارانِ حضرت قبلۂ عالم [وعالمیان] قدس سرہ وغیرہ مردمِ این ملک کہ برکابِ مستطابِ ایشان وخلفای کرام وعلمای عظام دران فراہم آمدہ بود و درمیانِ قریہ یارے والی وسیت پور در عقبِ حافظ صاحب می رفتم۔ بخاطرم گذشت کہ از افواہِ مردم چنان می شنیدم کہ در ہنگامِ فرطِ محبت وکمالِ عشقِ زنی کہ حافظ موصوف را در اوائل بدو تعلقِ خاطر بود، از اندامِ ایشان گرمی وحرارت تمام پیدا بود۔ گستاخ شدہ عرض کردم کہ: آیا از بدنِ شما مردم را گرمی فراز آمدی یا عوام زیادہ از واقعہ بیان می کنند؟ خود بدولت بجذبۂ تمام روی مبارک بمن آوردہ فرمودند کہ: آری حالم چنین بودی کہ در صفِ جماعتِ نماز یک کس از جانبِ راستِ من و یک [کس] از جانبِ چپ من دورتر استادی کہ گرمیِ من از حد بیرون بود ومنشای این امر تعشق بود کہ گویند: کہ بردستِ زنی درود گرہ حنا دیدہ مبتلا شدہ بودند وصورتِ عشقِ ایشان برمثالِ عاشقانِ پیشین بحدِ کمال رسیدہ بود۔ چنانکہ خود بدولت

فرمودند کہ: من بسمتِ دہلی شریف ہشت بار بزیارتِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ رفتہ ام۔

نوبتِ اوّل کہ بارشاد و پندِ ناصحین در حینِ کمالِ عشق آن زن بقصدِ حصولِ شرفِ بیعت بدان صوبِ [صواب] راہی بودم۔ تنہا بر نظر کواکب در شب طی مسافت می نمودم [و] ہرگاہ بروز آفتاب از سمت الراس سوی مغرب مائل شدی [۱۲ ب] بدستِ آفتاب پیغام می دادم کہ: یارِ مرا از ما سلام برسانی [و] چون نزدیکِ دہلی رسیدم۔ خود بدولت حضرت مولانا صاحب [قبلہ] قدس سرہ پیشِ یارانِ خود [چنین] فرمودند کہ: عاشقی می آید و من این سخن از یاران شنیدہ ام والحق کہ گفتۂ ایشان ہمگی راست بود کہ: در عشقِ مجازی کمال می داشت و در عشقِ حقیقی ہم کارِ خود را بسرحدِ نہایت رسانیدہ دولتِ فنافی الشیخ و فنافی اللہ حاصل کردہ بودند و حضرت مولانا صاحب قدس سرہ خلافتِ ارشادِ خلائق بایشان عطا فرمودہ بود [و] در ورودِ وجد و حالتِ ذوق [ضربِ] پایِ حافظ موصوف برِ رانِ مبارکِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ رسیدہ بود و خود بدولت از سبب دوامِ درد آن ضرب می فرمودند کہ: حافظ مارا ہمیشہ بریاد است [و] فراموش نمی گردد۔ آری این سنتِ قدیمہ مشائخِ متقدمین است کہ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ داغ زخمِ دندانِ صوفی کہ در حالتِ وجد دستِ مبارکِ ایشان را بدندان گزیدہ بود، ظاہر بود۔

نقل است از میاں محمد بری [علیہ الرحمۃ]۔ آنکہ چون [حضرت] حافظ صاحب [رضی اللہ عنہ] شرفِ حصولِ دولتِ بیعت بخدمتِ مولانا صاحب [فخر الدین محمد] قدس سرہ دریافت، دراین ملک باز آمدند و در خدمتِ حضرت قبلۂ ما حضرت خواجہ نور محمد ثانی [رضی اللہ عنہ] جہتِ تحصیلِ علمِ ظاہری در مقامِ ناروواله بہرہ یاب می بودند (۱۴۹) و اکثر اوقات برذاتِ حافظ موصوف صورتِ حالتِ مستی و ذوقِ الٰہی واردمی شد۔ چنانکہ بر مثالِ مرغِ نیم بسمل از جای بجای می طپیدند، بلکہ بعضی اوقات در دہنہ چاہک آنجا کہ از تہِ خشک و ویران افتادہ می بود، می افتادند و مردم ایشان را از آنجا می کشیدند و حضرت قبلۂ ما [رضی اللہ عنہ] ہنوز بشرفِ بیعتِ حضرت قبلۂ عالم [وعالمیان] قدس سرہ مشرف نبودند۔ تمام متقی و برظاہرِ شریعت مستقیم بودند۔

چون حالتِ ذوق و دردِ عشقِ الٰہی از حافظ موصوف معاینہ فرمودند، باعثِ شوقِ بیعتِ اہل اللہ در ذاتِ بابرکاتِ ایشان برخاست۔ چنانکہ عریضۂ نیازِ خود در حضورِ [اعلیٰ حضرت] مولانا صاحب قدس سرہ [قلمی نمودہ] بدستِ حافظ موصوف [دادند و] بسمتِ دہلی شریف روانہ کردند و این نوبتِ دوم بود کہ حافظ موصوف بسمتِ دہلی شریف می رفت۔ چون آن عریضہ بہ نظرِ اشرف مولانا صاحب قدس سرہ رسید، در جواب ارقام فرمودند کہ: مطالعۂ مثنویِ معنوی (۱۵۰) می کردہ باشند و بعضی اشغال و اوراد ہم عطا فرمودند و این ارشاد ہم در آن نامۂ نامی مندرج بود کہ: اگر خواہشِ حصولِ شرفِ بیعت کنید، بخدمتِ فلان کس، یعنی حضرت قبلۂ عالم در مہار شریف بیائید و بیعت نمائید۔ چندروز بران وظائفِ مرقومہ و مطالعۂ مثنوی اشتغال فرمودند۔ آخر از غلبۂ شوق و بیقراریِ عشق روانہ سمتِ مہار شریف شدند و من محمد بری در خدمتِ ایشان بودم۔ چون بہ بلدہ خیر پور تانوین والا (۱۵۱) رسیدیم، کسی آیندہ از آن طرف خبر رسانید کہ: حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ از روزہا در خدمتِ مولانا صاحب بسمتِ دہلی شریف روانہ شدہ اند۔ از این معنی زمانی خاموشی ورزیدہ چنان فرمودند کہ: ما را رفتن بمہار شریف و آستان بوسیِ مکانِ منیفِ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] درکار است، خواہ آنجا متمکن باشند، خواہ نہ۔ آخر چون بمہار شریف رسیدیم۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ پیشتر از ما یک شب در دولت خانہ تشریف فرمای و معاود از دہلی بودند۔ بشرفِ اقدام بوسی محظوظ شدند و شکرِ حق بجا آوردند کہ سعی و حرجِ این مسافتِ بعیدہ بی جا نشد و بوقتِ شب کہ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ عنہ] طعامِ ضیافت و شیرِ گاوی آوردند۔ نظر بر اتقایِ ایشان نمودہ چنین فرمودند کہ: ای میاں صاحب! این طعام و شیر تناول کنید کہ از وجۂ حلال است، ہیچ واہمہ در دل نیارید و این لفظ ہم فرمودند کہ: وظیفۂ ما ہمیشہ چنین بودی کہ در حضورِ عالی حضرت مولانا صاحب قبلہ قدس سرہ قدرِ دو سہ ماہ می گذاردیم و در این نوبت چندروزہا نگذشتہ [۱۳ الف] بود کہ خود بدولت حضرت مولانا صاحب قدس سرہ مرا ارشاد فرمودند کہ: زودتر معاودِ خانہ و وطنِ خود شوید کہ مردی از دوراز جانبِ غروب بارادۂ بیعت بخانۂ شما می آید [وما] بجلدی تمام خود را برای شما

باین جار سانیده ایم [و] آخر تناول کردند و بروزِ آئنده بشرفِ بیعتِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ مشرف شدند (۱۵۲) و چند مدت در آنجا گذرانیده باز در ناروواله آمدند و بعد [از] انقضاي چند ماه حضرت قبلۂ عالم و عالمیان قدس سرہ بملاقاتِ حضرت قبلۂ من [رضی اللہ عنہ] از مهار شریف در ناروواله تشریف آوردند و چند روز اقامت فرمودند۔

اتفاقاً روزی بقضاي حاجت برون رفتند و نشانِ پاي مبارک ایشان برخاک راه هویدا بود که قدمِ یک زنِ هندو بر آن نشانِ پای رسید، بمجر دمساسِ آن همان زنِ [هندو] بی هوش شده [برخاک] افتاد۔ از آن روز حضرت قبلۂ ما براي حضرت قبلۂ عالم [و عالمیان] قدس سرہ جاي پاخانه در حویلي شریف درست کنانید که من بعد آنحضرت قبلۂ عالم قدس سرہ براي قضاي حاجتِ انسانی بیرون نمي رفتند۔ (۱۵۳)

دراین روز ہا خبرِ نیکو اثر تشریف آوري حضرت قبلۂ عالم و کمالِ ولایتِ ایشان بسمعِ عالمیان رسید [و] هر روز از هر طرف مردمِ این ملک بزیارتِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ مستفیدمی شدند۔ چنانکه دراین اثنا قاضی صاحب قاضی [میاں] نور محمد کوریچہ بحضورِ عالی مشرف شده بشرفِ بیعتِ [آنحضرت] سرافراز گشت و آنحضرت [قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنه] رادر یارے والی دعوت نمود و قاصدی جلد بطرفِ کوٹ مٹھن دوانید و حضرت برادرِ بزرگوارِ [خود] قاضی صاحب قاضی محمد عاقلؒ [را] خبرِ [تشریف آوري] آنحضرت قبلۂ عالم قدس سرہ رسانید [و] ایشان بجلدی تمام بحضورِ اعلیٰ رسیده بشرفِ بیعت ممتاز گشتند و شهسوارِ ملکِ وحدۃ وجود شدند۔ (۱۵۴)

غرض آنکه: درحصولِ شرفِ [بیعتِ] حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ] از همه کس از اهلِ این ملک مقدم حضرت قبلۂ ما بود و تشریف آوريِ حضرت قبلۂ عالم [رضی اللہ تعالیٰ عنه] دراین ملک اولاً محض براي ملاقات و افاضۂ برکات بحضرت قبلۂ ما قدس سرہ بود۔

این قصه بتمامها از لسانِ میاں محمد بری شنیده ام که از عهدِ خورد سالی خادمِ قدیمِ آنحضرت [قبلۂ ما] بود و مطابقِ این تفصیل است، آنچه حافظ صاحب فرمود که: حضرت قبلۂ

عالم[رضی الله تعالیٰ عنه] پیش ازمشرف شدنِ[من] بخدمتِ حضرت مولانا[رضی الله عنه] در کچھی شرقی (۱۵۵) قطبِ یگانه بودند و عالمی از ایشان فیض یاب بود[و] الحمدلله علی ذلك

اصل: خود بدولت حضرت حافظ صاحب فرمود که: یک بار بزیارتِ حضرت مولانا صاحب قدس سره سمتِ دہلی شریف راہی بودم که در شهری یکی از یارانِ آنحضرت، یعنی، قبلهٔ عالم قدس سره کوزهٔ چلین بس سبک و تمام نازک بر مثلِ تصویر بمن سپرد که این[کوزه] از من به نذرِ حضورِ اعلیٰ گذاری و در شهرِ دیگر[یاری دیگر] عصایِ خوب و نازک برایِ نذرِ حضورِ عالی بمن دادند۔ چون هر دو نذر را برداشته بدہلی شریف رسیدم۔ برایِ نذرِ حضورِ عالی مقداری بتاشه هایِ شیرین از بازارِ آنجا گرفته بمکانِ خاص حضرت مولانا صاحب در مدرسهٔ معظمهٔ ایشان داخل شدم و خود بدولت در حجرهٔ مبارک جلوس داشته اند۔ پس بر درِ آن حجره رفتم۔ همین که نظرم بر جمالِ آن آفتابِ معنی افتاد، هوشم از سر برفت[و] برخاک افتادم[و] از اضطرابِ من هر سه نذر هایِ مذکوره را شکست رسید۔ چنانکه از لکدکوبِ پای و دست و پهلویِ من آن کوزه و عصای ریزه ریزه شدند و بتاشه ها هم از گرهٔ جامه بدر شده ذره ذره گشتند[و] آنحضرت از جایِ خود برخاسته نزدم آمده ذره هایِ بتاشه را بدستِ مبارکِ خود برگرفته بدهان می بردند۔ چنانکه در آن مدهوشی که اندکی هوشم باز آمد، از زبانِ دُرفشانِ آنحضرت شنیدم که می فرمودند: این بتاشه ها حافظ صاحب برایِ ما برآورده است، باید خورد۔ بمجرد سماعِ این کلامِ رحمت ارتسام باز از هوش رفتم و مدهوشیِ من بدرازی کشید۔ حتیٰ که آنحضرت قبله تشریف بدولت خانه بردند۔ چون هوش تمام باز آمدم و باز مراجعت فرمودند و تلطفات نمودند و معلومِ یلدان باد که: حافظ صاحب در حالتِ وجدِ خویش تمام بی اختیار بودند۔ چنانکه این بنده دو بار این صورت معاینه نموده که ایشان [۱۳/ب] چون بخدمتِ حضرت قبلهٔ عالم[خواجه نور محمد] قدس سره از مدتِ مدید ملاقی می شدند۔ چنان بی اختیاری روی می داد که ذاتِ آنحضرت[قبله] را چنان در می گرفتند که دو بازوی و دست هایِ حافظ صاحب بر مثالِ زیورِ گلوبند بر گردنِ مبارکِ آنحضرت می شد و

دو پای ایشان برمثالِ کمر بند بر میانِ مبارکِ آنحضرت حلقہ می شد وآنحضرت را چنان بخودی کشیدند کہ خود بدولت برمثالِ رکوعِ نماز دوتا می شدند و حاضران بزورِ تمام این ہر دو بند بدست ہای می کشادند۔

از ینجاست کہ روزی در دہلی شریف در خدمتِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ حاضر بودند ووقت برایشان وارد گشت۔ چنان اضطراب نمودند کہ یک پایِ ایشان در بنِ رانِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ ضربِ شدید رسانید وآزار آن ضربِ پای در رانِ مبارکِ ذاتِ مولانا صاحب دائم گشت وتا آخرِ عمرِ شریف بماند۔ چنانکہ [خود بدولت] از راہِ کرم [چنان] می فرمودند کہ: حافظ محمد پنجابی ہمیشہ فرایادِ ما است وگاہی منسی نمی شود۔

نقل است: خود حافظ صاحب می فرمود کہ: در اوائل اوقات رفتنِ خود بدہلی شریف بزیارتِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ واقفِ حالاتِ ایشان نبودم۔ روزی در مدرسۂ خویش درونِ حویلی جلوس می داشتند ویاران برگردِ ایشان حلقہ نمودہ چشم بر جمالِ آن محبوبِ رب العالمین گذاشتہ [بودند] کہ ناگاہ بر چہرۂ مبارکِ ایشان اثری ظاہر شد کہ دیگر یاران را معلوم گشت ومن درنیافتم وہر ہمہ یاران چنان بی اختیار زود [تر] از آنجا برخاستہ بیرون رفتند کہ ہیچ کس بجز من در آنجا نماند ودروازۂ حویلی را مسدود ساختہ [و] اکثر نعلین ہای خود را ہم در آنجا گذاشتہ بیرون دویدند و من کہ واقفِ این حال وسرِ پُر کمال نبودم، در آنجا بماندم وخود بدولت بعجلت وسرعت برخاستہ از درونِ حویلی نزدِ دیوار ہا گردش آغاز کردند ومن برمثالِ مرکزِ دائرہ در میان استادہ بودم وآنحضرت دور از من درونِ حویلی گرداگردی گشتند ودو سہ کلمہ در آن حالت ورقصِ [جلالت] بر زبانِ مبارک می راندند ودر فہمِ من نمی آمدند، اما آن کلمات را فرایاد گرفتم۔ چون آنحضرت از آن آرام گرفتند، بر مسند آمدند ومرا استادہ دیدند۔ فرمودند: ای حافظ! من بس بزرگ شیطانم، از من پُر ملاحظہ باش۔ پس معلوم کردم کہ گریختۂ رفتنِ یارانِ حضورِ عالی از جہتِ خوفِ ضربِ سنگ ودستِ آنحضرت [قبلہ] بود کہ در حالتِ خودبی اختیاری شدند۔ بعد ہذا من ہم در وقتِ ورودِ حالت بیاران

دیگر گریختہ می رفتم وحافظ صاحب را آن کلمات یاد بود [کہ] پیشِ بندہ ہم دو سہ بار خواندہ [بودند] و اکنون از یادِ بندہ منسی شدہ وہم می فرمودند کہ: برای دریافتِ معنی این کلمات از بساکس صاحب لسان ہای مختلفہ پرسیدہ ام، اما ہیچ کس بیان نکردہ وہر کس چنین گفتہ کہ: این کلماتِ لغتِ غریبہ است شاید کہ درآن سری باشد۔ الحمد لله علی ذلك ○

اصل: نوبتِ اوّل کہ این بندہ برکابِ مستطاب حضرت قبلۂ ایمانی این غلامِ خواجہ نور محمد ثانی سمتِ مہار شریف رفتہ بود وحافظ صاحب ہم ہمراہ بود۔ چون در قریۂ کوڑا خان ہکڑا (۱۵۶) کہ از غلامانِ حضرتِ ما بود و بجنابِ آنحضرت تمام اخلاص و اعتقادِ راسخ داشت، شب گذاردیم۔ بوقتِ عشاء کہ مردم تہیۂ نماز می کردند۔ بندہ وضو کردہ نزدیکِ حضرت قبلہ در صفِ مردم نشستہ بود کہ شخصی از یاران غزلِ حافظ شیرازی [علیه الرحمة] گفتن گرفت و بندہ را بر این مصرع کہ:

راست بگو کہ این زمان تا تو از انِ کیستی

......حرکتی پیدا شد۔ چنانکہ از جای خود جستہ از صف بیرون افتادم و باز برخاستہ بر جای خود آمدہ نشستم و بمردم نماز گذاردم۔ فردای آن شب کہ در افتادِ راہ بودیم و [۱۴' الف'] حافظ صاحب و بندہ در دنبالِ سواری آنحضرت می رفتیم۔ میاں محمد فاضل بھٹہ (۱۵۷) کہ مشہور بخدائی بود، از من پرسید کہ: ای مولوی [صاحب]! تو در وقتِ حالتِ خود بی ہوش شدہ بود۔ نمازِ عشاء بدان وضو چگونہ گذاردی؟ بایستی کہ وضو تازہ کردہ، نماز می گذاردی۔ بندہ در جوابِ او [ہمگی] ساکت ماند وحافظ صاحب ہم جواب نہ فرمود۔ پس آنحضرت [قبلہ] قدس سرہ عنانِ مخاطب متوجہ بہ حافظ صاحب نمودہ فرمودند کہ: این مسئلہ در رشحات (۱۵۸) مشروح است۔ بدین وجہ کہ در حینِ حالتِ صوفی نفسِ کلی غالب باشد بر نفسِ جزوی وخواصِ بشریت ہمگی مرفوع شوند واعادۂ وضو لازم نیست۔ بعدہ فرمودند کہ: مسئلہ اگرچہ این چنین است، اما معمولِ مشائخ ما رضی الله عنہم [اجمعین] آنست کہ اگر صوفی را درآن حال از حرکات وسکنات وافعال واحوالِ خود شعوری باشد و بداند کہ اکنون این حال دارم وپیشتر آن حال بود۔ پس وضوِ او فاسد [و منتقض] نمی شود واگر در غلبۂ

مستی از احوالِ خود بی خبر باشد، اعادۂ وضو کند کہ: جنون و اغماء ناقضِ وضو باشد۔ پس در حالِ خود تفحص کردم کہ از حالِ خود بی خبر نبودم و مجرد اضطراب بود۔ این فائدہ بوسیلۂ حافظ صاحب از حضورِ عالی حاصل شد والحمد للہ [علی ذلك]۔(۱۵۹)

نقل: چون حضرت قبلہ [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] نزدیکِ شہر بخشہ قسمانی (۱۶۰) نام رسیدند و در آن ایام حضرت میاں صاحب والا مناقب شہسوارِ میدانِ تجرید [وتفرید] و آشنایِ بحرِ توحید حضرت میاں محکم دین سیرانی رضی اللہ عنہ (۱۶۱) [را] از جنوب کہ در آنجا وصال کردہ بودند (۱۶۲) و جنازۂ [ایشان] را در قصبۂ بخشہ قسمانی آوردہ امانت نہادہ بود (۱۶۳)۔ خود بدولت با دو سہ یاران از راہِ بہاول پور متوجہ مزارِ این میاں صاحب شدند و حافظ صاحب [رحمۃ اللہ تعالیٰ] و بندہ ہم برکابِ عالی بودیم کہ خود [بدولت] بر سرِ مزارِ ایشان استادہ فاتحہ خواندند و ساعتی در آنجا استادہ باز بدان راہ [آمدند و بیاران] راہی شدند و قصدِ عالی چنان بود کہ طعام و نان و دو پہرہ امروز در قریۂ مولوی صاحب مولوی محمد حسین چنڑ جیو (۱۶۴) خواہد بود و درختانِ آن قریہ از آنجا می نمودند۔ بندہ در خاطر اندیشید کہ بقضایِ حاجت نشستہ تنہا بدان قریہ خواہم رفت۔ چون از قضایِ حاجت باز آمدم، چہ [می] بینم کہ یاران ہمہ رفتند و از نظر غائب شدند و حافظ صاحب [رحمۃ اللہ تعالیٰ] برایِ بندہ بر سرِ راہ نشستہ [اند]۔ از ین معنی بس تنگ دل شدم و شرمندہ شدہ عرض کردم کہ: شما برایِ بندہ چرا این توقف ارزانی فرمودید؟ بندہ خود بہ آنجا برسیدی کہ درختانِ آنجا از ینجا نمایان اند۔ فرمودند کہ: خیریتِ دلِ ما چنان می خواست کہ در راہ بیک دیگر محاکات کردہ خواہیم رفت۔ در اثنایِ راہ کہ می رفتیم حافظ صاحب کہ پیشوایِ بندہ بود، چنین فرمود کہ: یک بار از [سمتِ] دہلی شریف بخانہ خود می آمدم کہ در اینجا شخصی بزرگ ریشِ دو موی مرا ملاقی شد و در آنجا و در راہ متقارب بود و باین بندہ از راہِ کرم نمائیدند کہ: من باین راہ می آمدم و او بدان راہ مستقبلِ من می آمد۔ چون نزدیکِ من شد، مرا سلام داد و من جوابِ سلام دادم۔

بعد ہذا بحکایتِ دیگر شاغل شدند و بخاطرم آمد کہ: این چنین ملاقات آیندگان و

روندگان در راہیہا بسیار واقع می شود۔ پس [۱۴ ب] بیانِ حافظ صاحب این معنی را از چہ باعث است؟ پس از ایشان پرسیدم کہ: آن کس سلام گوینده کدام شخص بود؟ فرمودند کہ: ہمین رجلِ غیبی بود و بنده فہمید و خاطر براہِ عوام رفت کہ غیبی مردِ حرام زاده را گویند۔ باز عرض کردم کہ: در فہمِ بنده نیامده، پس رخِ مبارک واپس نموده [بجذبہ] فرمودند [کہ]: ہمان کس بود کہ اورا خضری گویند۔ پس دہشتم فراز آمد و ساکت شدم، اما از راہِ کرم از محاکاتِ عجایب مسائل و غرایب فوائد در تمام آن راہ بنده را خرم ساختند۔

بعد ہذا کہ در بہاول پور رسیدیم۔ آنحضرت [قبلہ رضی اللہ عنہ] کہ پیشتر صورتِ وقوعِ اضطرابِ بنده معاینہ فرموده بودند۔ ازار پای مبارکِ خود بہ بنده ارزانی فرمودند، تا در حینِ حالت برہنۂ عورت نشوم۔ چون با بنده ازارِ خود، موجود بود۔ ملاحظۂ ادب کردم و عرض کردم کہ: ازاری با من ہست و آن ازار باز دادم۔ افسوس صد افسوس کہ آن ازار بگرفتمی و بر سر بستمی، اما بی خبر بودم کہ آن را بہ تبرک نگرفتم۔ چنانکہ میان محمد بری مرحوم بارہا این عطای حضرت قبلہ قدس سرہ را بیاد آوری و [بنده را] سرزنش کردی کہ چرا آن ازار نگرفتی کہ نزدِ تو تبرک بماندی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فیضِ ایشان را بند نفرماید کہ اکنون ہمان در کار است۔

القصہ چون نزدیکِ [شہر] مہار شریف رسیدیم۔ بنده را تقاضای حاجتِ انسانی بود۔ در خدمتِ حافظ صاحب عرض کردم کہ: شما بیاران بروید [و] من پس تر خواہم آمد۔ فرمودند کہ: آنحضرت قبلہ شیخ شما از ہمہ کس پیشتر و جلد رفتہ بحضورِ اعلیٰ رسیده اند۔ اگر اتفاقِ ہمراہی ایشان از دست رفتہ و پس مانده ایم۔ اکنون بہ چہ باعث جلدی کنیم و این فوائد ہم بیان فرمودند کہ چون صحابہ رضی اللہ عنہم از خانہ ہای خود مسافر شده در حضرت باعظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برای شرفِ زیارت می آمدند۔ کسی کہ در قرب [و] جوارِ آنحضرت [رسالت مآب] صلی اللہ علیہ وسلم آمده تجدیدِ وضوی کرد و نمازِ نفل [و] شکرانہ می گذارد [و] پس ازان در حضورِ [عالی] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می رفت و فائزِ زیارت می شد۔ ازان کس بسیار رضامندی

شدند و کسی کہ بسرعت وبلا اداىِ شکرانہ بحضورِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می آمد اورا [بہ] تمام التفات نمی پسندیدند۔

آخرالامر حافظ صاحب و بندہ ہر دو حاجتِ انسانی قضا کردہ و وضو ساختہ بشرفِ زیارت حضرت قبلۂ عالم [و عالمیان] قدس سرہ مشرف شدیم و حافظ صاحب را بمجرد وقوعِ نظر بر دیدارِ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ حالتی پیدا شد و آنحضرت را بدان صورت کہ پیشتر نوشتہ ام، در گرفت [و] پس از فرو شدنِ آن حالت حضرت قبلۂ عالم قدسْ سرہ بسیار تلطفاتِ کریمانہ بحضرتِ حافظ صاحب نمودند و فرمودند کہ: شما ہم بیاران رفیقِ این سفر بودید۔ ما ندانستہ بودیم و ہیچ کس تفصیلِ یارانِ سفر نکردہ بود، خوش آمدید و خوش بودید۔

نقل است: روزی فرمودند کہ: یکبار در دہلی شریف بودم و ورزشِ اشغالِ مامورۂ حضرت مولانا صاحب می نمودم۔ بخاطرم گذشت کہ: دولتِ مشاہدۂ دیدارِ [یار] و صورتِ وحدۃِ حقیقی در کثرتِ موہوم کجا دست خواہد داد؟ و نعمتِ معرفتِ حق کجا توانم یافت؟ در خلوت نشستہ بودم کہ ہاتف این ندا از دیواری داد:

سالہا خونِ جگر باید خورد

وحقیقت الحق تعالیٰ وراء الوراء [و] بدین ندای تسکین یافتم کہ درین راہ مجاہدہ تمام باید کرد و معرفتِ حقیقتِ حق سبحانہ [وتعالیٰ] از ادراکِ بندگان بمرتبۂ عالی است و نیز روزی دیگر چنان بیان نمودند کہ: در دہلی بودم و بخاطرم گذشت کہ بعد از حصولِ دولتِ مشاہدۂ عاشق در عینِ مشاہدہ چرا در ولولہ باشد؟ زیرا کہ بی آرامیِ عاشق در عینِ فراق می باشد و دولتِ وصل [۱۵ الف] و حصولِ مشاہدہ موجبِ تسکین و آرامِ او است و این خدشہ در دلم جا گرفت۔

روزی حضرت مولانا صاحب قدس سرہ دیوانِ حافظ شیرازی بدست کردہ بیامدند و این دو بیت برآوردہ بمن نمودند:

بلبلی برگِ گلی خوش رنگ در منقار داشت

واندراں برگ ونوا خوش نالہ ہای زار داشت

گفتمش: در عینِ وصل این نالہ و فریاد چیست؟

گفت: مارا جلوۂ معشوق دراین کار داشت(۱۶۵)

پس ازاں روز یقینم شد کہ: جلوۂ یار و مشاہدۂ انوار موجبِ بی قراریِ عشاق است۔ چنانکہ فقدانِ وصل وہجرِ عاشق موجبِ سوز وگدازِ اواست۔ پس عشاق درہجر ووصل ہمیشہ بی قرارند واز ولولۂ عشق بی کار عیستند و نیز روزی دیگر درایامِ اوائل رفتنِ بندہ درخدمتِ ایشان ذکرِ پیر و مرید می شد کہ خود حافظ صاحب این بیت خواندند:

گر بمنی در یمنی پیشِ منی

ور بمنی پیشِ منی در یمنی

وبیان نمودند کہ این بیت فرمودۂ یک عارف است کہ مریدِ خویش را بر دوامِ توجہ جانبِ شیخ ارشاد نمودہ[است]، یعنی اگر از راہِ دل وحضورِ خاطر با من ہستی در پیشِ من ہستی زانو بزانو، اگرچہ در ظاہر در ملکِ یمن باشی و دورتر از من واگر بی من ہستی وتوجہ خاطرِ تو بسوی ما نیست، در یمن ہستی و دورتر از من مثلِ بُعدِ مشرقین ومغربین، اگرچہ در ظاہر پیشِ من ہستی۔

حاصل آنکہ: مرید را باید کہ صورتِ شیخ خود در نصب العین دارد و در قرب وبُعد یکسان از راہِ دل در خدمتِ شیخ حاضر باشد۔ چہ شیخ برزخ است کہ طالب را بمطلوب می رساند و بی حضورِ صورتِ شیخ ہمہ اشغالِ ظاہری وباطنی چندان فائدہ نہ بخشند۔ حق سبحانہ و تعالیٰ این ورزش کہ اصلِ کار است، بندہ را روزی گرداناد بمنہ و کمالِ کرمہ ۔

وہم روزی مناسبِ این بیت چنین فرمودند کہ: در نواحیِ بہاول پور شخصی بود از آشنایانِ من کہ در خدمتِ حضرت قبلۂ عالم [خواجہ نور محمد] قدس سرہ شرفِ بیعت داشت واز حد مشغول بود۔ یک بار پیشِ من ظاہر نمود کہ: صورتِ شیخ خود را برملا[و] علانیہ می بینم کہ ہمہ اوقات پیشِ من حاضر می باشند۔ اگر نشستہ باشم، اوشان ہم نشستہ باشند واگر روان می شوم، اوشان ہم با من روان می

شوند وہم گفت کہ آن صورت روز بروز نزدیک تر با من می شود [و] بعد از چند مدت چنان ظاہر نمود کہ اکنون آن صورت پیشتر پیشتر شدہ در ذاتِ من غائب شدہ است۔ پس اورا مبارک گفتم کہ: سررشتۂ کار بدستت افتاد، این رابطہ را از دست نگذاری۔

اصل: درایامی کہ بندہ در قریۂ یارے والی نزدیکِ سلطان پور اوقات گذاری داشت۔ اکثر بخدمتِ حافظ صاحب می رفتم وفوائد [از] ایشان می گرفتم [و] ایشان ہم از راہِ کرم و بندہ نوازی نزدِ فقیر می آمدند و اندک اتفاق افتادہ باشد کہ بندہ بخدمتِ ایشان رفتہ باشد و ایشان بمکانِ بندہ تشریف آوری نفرمودہ باشند۔ از این معنی کہ ذاتِ شریفِ ایشان حرج آمدن می کرد۔ بسیار تنگ دل می شدم و پیشِ ایشان عرض می کردم کہ: بندہ جہتِ حصولِ سعادتِ خود بزیارتِ سامی می آید؟ شما چرا این حرج می فرمایند؟ گاہی در جوابِ بندہ سکوت می کردند و گاہی می فرمودند کہ: دلِ ما ہم دیدنِ شما را می خواہد۔ تا مدتِ سہ سال این آمد [و] رفتِ طرفین بیک دیگر متوالی بود کہ بہ تقدیرِ الٰہی از آنجا کو چیدہ [۱۵ ب] در گھلواں آمدہ مقیم گشت و دولتِ سعادتِ زیارت و پای بوسیِ ایشان گاہی گاہی میسر می شد۔ آخر تا بقضای او تعالیٰ صورتِ وصالِ حافظ صاحب بوقوع آمد و بندہ بزیارتِ مزارِ فیض آثارِ [ایشان] مشرف شد واز حافظ یوسف (۱۶۶) سکنہ آنجائی کہ ایشان را غسل دادہ بود۔ این خارقِ ایشان شنیدم کہ چون از غسلِ ایشان فارغ برای پوشانیدنِ لباسِ کفن خواستم کہ از تختہ برداشتہ بر چہار پای بیارم۔ در دل گفتم کہ: در حیاتِ دنیا برای ملاقات دستِ خود را بدستم می دادید۔ اکنون با بزرگیِ خود اگر دست بما دہید، یقین دانم کہ بزرگ بودید۔ پس بمجرد خطورِ این خیال دستِ مبارکِ خود دراز نمودہ بمن دادند و باعتمادوز ور آن دست کہ من بسوی خود کشیدم از تختہ برخاستند و من بدو دست بر چہار پای آوردم۔ بسماعِ این خارقِ مضمون: ان اولیاء الله لا یموتون از سرِ نو یقینم شد کہ: اہل اللہ بحیاتِ ابدی موصوف اند و مرگِ ایشان در معنی وصل است کہ: الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب وایشان بمعنی زندہ اند۔ چنانچہ حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ گاہ گاہی در محفلِ فیض مشاکلِ خویش برای تنبیہ وشنوانیدنِ حاضران از حیات

جاودانی خودخبرمی دادندواین بیتِ شرفنامہ می خواندند:

مرا زندہ پندار چوں خویشتن

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن(۱۶۷)

ای جانِ پاک من بتوملاقی می گردد، اگرچہ تواز آن آگاہ نمی شوی وملاقاتِ جسمانی اگرچہ ممکن است، لیکن از ماسبب پاسِ ظاہرِ شریعتِ [مطہرہ] بوقوع نمی آید۔ آری اہل اللہ بکسانیکہ صاحبِ نسبت اند، ملاقاتِ ظاہری ہم می کنند۔ چنانچہ نواب غازی الدین ہندوستانی نقل می کرد کہ: چون حضرت شاہ کلیم اللہ فنافی اللہ جہان آبادی بزیارتِ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی [رضی اللہ عنہما] آمدندومزارِمبارکِ نصیرالدین ازبرون دوشق شد۔ چنانکہ شاہ کلیم اللہ اندرون رفتہ، زمانی دراز درمُجالستِ خواجہ نصیرالدین بودند [و] بعداز برآمدنِ ایشان مزار بدان صورت التیام یافت، اماخطِ پاریدگی اندکی نمایاں است۔ کسی کہ ازین قصہ واقف باشد وبعمق نظر ملاحظہ کند، آن خط را دریابدواللہ اعلم بالصواب وازقبلۂ مامستمند ان حضرت خواجہ نورمحمد ثانی قدس سرہ منقول است کہ: روزی درمجلسِ شریفِ ایشان مذاکرۂ مرگ می رفت۔ آنحضرت [قبلہ] فرمودند کہ: فرقِ زیستن ومردن ہمین است کہ بندہ بعدازمرگ یک دوگز درزیرِ زمین می نشیند وازحرکاتِ خودآرام گیرد۔ پس این نقل ہم دال است برحیاتِ ابدیِ ایشان رضی اللہ عنہم اجمعین۔(۱۶۸)

اصل: درایامی کہ بندہ در یارے والی بود، خبرِ وصالِ حضرت محب النبی محبوبِ [رب] العالمین حضرت فخرالاسلام والمسلمین حضرت مولانا صاحب [خواجہ فخرالدین محمد] قدس سرہ [بسمع عالمیان] رسید وبندہ ازین واقعہ خیلی اندوہ مند گردید۔

شبی درواقعہ دیدم کہ حضرت شیخ من ازاین عالم بعالمِ [باقی] رخت [بر] بستہ اند وبوصلِ دوست پیوستہ بمجرد بیداری لرزہ درہمہ اعضایِ من افتاد۔ چنانکہ برکنارۂ جوی آب کہ ازآن وضوی کردم، یک دوبارازلرزہ نزدیک افتادن درآب می شدم۔ پس نمازِ فجراداکردہ درخدمتِ حافظ صاحب رفتم و این صورتِ واقعۂ شب عرض نمودم۔ [خود بدولت] فرمودند کہ: شیخ شمارا کلی

خیراست۔ این صورتِ وصالِ حضرت مولانا صاحب [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] بود کہ ترا در صورتِ شیخ تو وانمودہ اند کہ رابطہ وتوسلِ تو بدرگاہِ ایشان بدین وسیلہ است۔ پس خاطرم [۱۶۲ الف] تسکین یافت۔ آری راست فرمودند کہ: چون حضرت قبلۂ من [رضی اللہ عنہ] بوصالِ حق پیوستند، اگرچہ در خدمتِ [آنحضرت] حاضر نبودم، اما ہمان مثال بروزِ وصالِ ایشان لرزہ در اندام بود [و] قرار نداشتم ولرزہ رامی یافتم کہ: باری بلای عظیم بر من واقع شدہ است کہ خواہم شنید۔

اصل: چون حضرت قبلۂ من [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] در ایامِ طغیانیِ دریای سندھ جہتِ تعزیتِ فرزندِ حافظ صاحب (۱۶۹) بر منزلِ کشتی سوار شدہ در شہرِ خیر پور سادات (۱۷۰) تشریف آوردند۔ خادمی را بہ بندہ فرستادند کہ اگر فراغت باشد، ملاقات کردہ بروند [و] این پیغام بر نفسِ بندہ مثلِ تازیانہ رسید۔ زودتر روانہ گشتم وبشرفِ اقدام بوسی رسیدم۔ شب در خیر پور گذراندہ، بعد از نمازِ عشاء کہ مالشِ اندامِ مبارکِ ایشان می کردم وخود دراز خفتہ بودند (۱۷۱)۔ ناگاہ یکی انکشتِ پایِ مبارک را بدست گرفتہ کشیدم۔ خود بدولت پای را بخود کشیدند وبیان فرمودند کہ فرقعۂ اصابعِ انگشتانِ دست و پای مکروہ است۔ ہم کشندہ آنہا در کراہت افتد وہم کشانندہ واین کراہت [عام است] ہم در نماز وہم خارج۔ (۱۷۲)

ازان شبِ دیگر در قریۂ رستم بلوچ (۱۷۳) باجابتِ دعوت تشریف آوردند۔ چون در آن قریہ از یاران وغلامانِ ایشان، جہتِ زیارتِ [فیض بشارتِ] ایشان، ہجوم آوردند۔ ہنگامۂ مردم از حد زائد شد۔ خود بدولت پیش از روانگی بسمتِ سلطان پور بیارانِ حاضران فرمودند کہ: محمد مسعود فرزندِ حافظ صاحب صغیر ویتیم است وشرعاً تناولِ طعامِ یتیمان ممنوع است ومعلوم است کہ دعوتِ ما [با] ہمہ یاران حافظ محمد وحافظ نور محمد نیائیان [کذا] (۱۷۴) خواہند کرد۔ ازین واسطہ کہ ایشان ہم مردمِ مسکین اند۔ حرج زیادہ از قدرِ طاقت [بر] ایشان روا نداریم۔ پس یاران را چنین باید کہ: شبِ آئندہ ہر کس بخانۂ خویش معاود گردد وہرگاہ کہ مادر سیت پور رویم، ہر یاری را کہ باز بسوی ما اصلاح آمدن باشد، در سیت پور بیاید۔ [ہمہ] حاضران بسر وچشم قبول کردند وعلی الصباح ہمہ

رارخصت فرمودند و بنده که شائقِ دیدارِ حضرت قبله بود، از حضورِ عالی برطرف شده دورتر استاده بود و میاں خضر نامی مردِ سندھی (۱۷۵) که غلامِ حضرت قبله و پیر برادرِ بنده بود، ہمراه بود۔ اورا گفتم که: در حضورِ عالی استاده ای، وقتی که فراغت یابی، عرض کن که این بنده را ہر چونکه ارشاد شود، بعمل آرد۔ میاں مذکور عرض کرد [و] خود بدولت که روشن ضمیر بودند، آہسته بدو فرمودند که: فلان را بگو که شما دو نفر بطریقِ خفا از یاران تنہا شده و پردۂ جنگل گرفته زودتر پیش از سواریِ ما روانه سمتِ سلطان پور شوید۔ پس بنده و میاں مذکور در جنگل مخفی شده راہِ سلطان پور گرفتیم [و] تا بمقبرۂ شہر رسیدیم۔

ساعتی بگذشت که آنحضرت تنہا از خادمانِ [دائمی] یک سواره بسوارِ دیگر میاں عبدالکریم (۱۷۶) نام نوکرِ غازی خان کورائی داد پوتره که از حاجی پور ہمراه آمده بود، درعقبِ مادر رسیدند و ہمانجا از اسپ فرود آمدند۔ عنانِ اسپ آنحضرت [قبله رضی الله عنه] میاں خضر مذکور [در] گرفت و عنانِ اسپ میاں عبدالکریم شخصی دیگر که در آنجا استاده بود، بگرفت و [آنحضرت قبله] از بنده استفسار فرمودند که: شما قبرِ حافظ صاحب می دانید که کدام است؟ بنده عرض کرد که: بلی صاحب! پس خود بدولت و بنده و میاں عبدالکریم برسرِ مزارِ حافظ صاحب آمدیم و توجہِ بنده، از بس مدت مشتاقِ دیدار بود، بررخِ مبارکِ آنحضرت [قبله] بود و توجہِ میاں عبدالکریم سویِ مزارِ شریف بود۔ چنانچه آنحضرت قبله از جانبِ سرِ مزارِ مبارکِ حافظ صاحب مقابل شدند برویِ ایشان و عبدالکریم از پایان آمده و بنده پسِ [۱۶ ب] پشتِ مزار بود۔ چون آنحضرت مقابلِ [روی] مزار شدند بی اختیار صورتِ تبسم و بشاشت برروی مبارکِ آنحضرت [قبله] بظہور آمد و میاں عبدالکریم از این معنی بی خبر بود۔ پس در آن تبسم لفظ: و علیکم السلام تمام آہسته که بگوشِ بنده بدشوار [ی] در آمد، از زبانِ آنحضرت [قبله رضی الله تعالیٰ عنه] صادر گشت و در خاطرم برمثالِ الہامِ غیبی چنین رسید که: حافظ صاحب [رحمة الله علیه] از کمالِ شوق در گفتنِ سلام سبقت نموده اند، وگرنه سنتِ نبوی چناں بود که سلام براہلِ قبور مردِ زائر میگوید۔

از اینجا ہم دانستم که اہل الله حیاتِ ابدی دارند، اما مکالمۂ ایشان باصحابِ نسبت و

ارباب کمال باشد کہ از کثافتِ جسمانی گذشتہ تمام روحانی شدہ باشند۔

وہم ازینجا است کہ روزی حضرت قبلۂ من قدس سرہ در قریۂ رمانیان (۱۷۷) نزدیکِ گڑھی اختیار خان کورائی نشستہ بودند و ہنگامۂ علمایِ کرام و فضلایِ عظام بود و برای تادیب بی دینی علمایِ ہر طرف جمع شدہ بودند۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب قاضی نور محمد کوریجہ و برادر ایشان موردِ انوارِ وحدتِ شہود منبعِ کمالاتِ علمی و عملی سراپا جود حضرت قاضی صاحب قاضی عاقل محمد قدس سرہ در آن ہنگامہ حاضر بودند و دیگر علمایِ کرام۔ چنانچہ مولوی صاحب مولوی احمد واعظ (۱۷۸) و حاجی محمد اکرم (۱۷۹) و حافظ احمد خلفِ حافظ اسمٰعیل جیو (۱۸۰) و دیگر علما بمقدار زیادہ از ہزار حاضر شدند و شخصی شیخ مُرائی محمد فاضل [نام] جتوئی (۱۸۱) در آن ہنگامہ نشستہ [و] کمالِ خود بدین صورت ظاہر می کرد کہ: مریدانِ او بر مدحِ نبوی و مولود شریف صلی الله علیه وسلم مست می شدند و رقص می نمودند و ہر کس از عوام پیشِ او می نشست، سبحۂ صد دانہ خود را بر رویِ آن کس می مالید و فی الحال او را صورتِ وجد پیدا می شد و ہمگی دروغ بود۔ در این اثنا کسی آمدہ در حضورِ [عالی] حضرت قبلۂ من [رضی الله عنه] عرض نمود کہ: من عجب تماشا دیدہ ام کہ فقیرانِ میاں محمد فاضل در وجد و حال اندو وی ہر کس را کہ سبحۂ خود بر رویش می مالید، در رقص می آید۔ خود بدولت پرسیدند کہ: این بزرگ از کدام صاحبِ کمال و در کدام سلسلہ ارادت و بیعت دارد؟ بعضی کسان آنجا گفتند کہ: چند ایام بر مزارِ بزرگی در ملکِ خود چلہ کشیدہ است و چنان میگوید کہ: مرا آن بزرگ ارشادِ راہِ حق تعالیٰ و خلافتِ ارشادِ دیگران بمن دادہ است۔ خود [بدولت] تبسم نمودہ فرمودند کہ: یکی از شرائطِ صحتِ بیعت و خلافت حیاتِ شیخ است کہ زندہ را بمردہ مناسبت نیست۔ چہ او بعالمِ ارواح رفتہ و جسمانی را بروحانی ہرگز نسبت نباشد و استفادہ از اہل اللہ کہ در پردۂ وصال اند، کارِ صاحبِ نسبت است و آن نسبت بدونِ دست گرفتنِ مشائخ [زندہ] بدست نمی آید۔ این فائدہ از لسانِ واقعہ بیان حضرت قبلہ قدس سرہ شنیدہ ام و الحمد لله علی ذلك ۔ (۱۸۲)

بازآمدم بذکرِ مناقبِ حافظ صاحب مرحوم [رحمة الله]۔

اصل: روزی بندہ بجہتِ زیارتِ مزارِ حافظ صاحب مرحوم بہ سلطان پور آمد۔ چون وضوکردہ نزدیکِ مزارِ ایشان رسید، خواست کہ از پایانِ مزار آمدہ اقدام بوسی نماید۔ چون سرنگوں گشتہ ہر دو دست بپایانِ مزار دراز کردم، ہنوز دست ہای من بمزار نرسیدہ بود کہ: ناگاہ از غیب مرا بالا کشیدند وبی آنکہ دستی پیدا باشد۔ چنان واژگونہ بر پشت روان شدم کہ قریب افتادن [بر پشت گشتم] [و] درآن حالت ہوشم از سر برفت ودرآن عینِ بی خودی لفظ: السلام علیکم از زبانم صادر گشت ودر گفتنِ سلام اختیاری نداشتم۔ آنگاہ راست قد شدہ بپایانِ مزار دست نہادہ بوسہ دادم و نادم شدم کہ از من سلام فوت شدہ بود کہ: حضرت حافظ صاحب قدس سرہ بکمالِ کرمِ خویش [مرا] تنبیہ کردہ اند۔ آری اہل اللہ حافظِ احوالِ غلامانِ خویش ہستند۔ گاہ گاہ باشد کہ ایشان را برلغزش خبرداری فرمایند، اما این چنین نوازشات کمتر بوقوع می آید۔ [۱۷الف] حق سبحانہ [و تعالیٰ] از کرم وفیضِ ایشان در دین ودنیا بعید ومحروم نداراد۔ بمنہ وفضلہ و بحرمتہ النبی وآلہٖ صلی اللہ علیہم وسلم۔

باید دانست کہ مقصودِ اصلی بندہ از تحریرِ این رسالہ آنکہ: بعضی مناقبِ حضرت قبلۂ خود خواجہ نور محمد ثانی قدس سرہ بود وآنچہ نزدِ بندہ بصحت پیوستہ نوشتہ ام ومناقبِ ایشان از تحریر وتقریر خارج اند۔ چنانکہ نواب غازی الدین بمجرد مشاہدۂ [صورتِ] ایشان این آیۃ کریمہ خواندہ بود (۱۸۳) کہ: ماھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم ○ (۱۸۴) ومولانا حضرت محب النبی خواجہ فخر الدین [محمد] قدس سرہ ہم گرامی داشتند۔ ایشان را وقتی کہ حضرت قبلۂ ما قدس سرہ باتفاقِ زیارتِ حضرت مولانا صاحب قدس سرہ برکابِ مستطاب حضرت قبلۂ عالم [وعالمیان] مہاروی قدس سرہ بدہلی شریف تشریف بردہ بودند۔ مولانا صاحب قدس سرہ دربارۂ حضرت قبلۂ من قدس سرہ چنین فرمودند کہ: ما را از چشمانِ ایشان عشق بنظر می آید۔ (۱۸۵) آری راست فرمودند کہ: حضرت قبلۂ من اگرچہ مستغرقِ وحدۃِ حقیقی بودند، اما وصفِ جذبۂ عشق [بر] ایشان از حد غالب بود۔

چنانکہ اکثر اوقات سماع ووجدِ ایشان برابیاتِ عشقیہ بودی ومیاں صاحب میاں غلام محمد ناہر (۱۸۶) [سکنہ علی پور ناہر] (۱۸۷) بارہا نقل کردہ است کہ ہرگاہ اتفاقِ ملاقات وزیارتِ ایشان دراین نواحی می افتادو بعد از فراغِ نمازِ عشاء کہ مردم می خفتند، از خادمان چراغ روشن کنانیدہ بندہ را بخواندنِ قصہ عاشق صدر جہاں از جلد اوّل (۱۸۸) مثنوی رومی کہ درآن قصہ بس غرائب و دقائقِ عشق مذکوراست، ماموری فرمودند ومن می خواندم وخود بدولت بتوجہ تمام سماع نمودہ حظی وافرمی گرفتند واین معنی بسیار مرتبہ ازمیاں مذکور بوقوع آمدہ کہ درخدمتِ ایشان این قصہ خواندہ است۔

وازاینجا است کہ چون بوقتِ مرضِ وصال درسیت پور بودند، بیاران وصیت کردہ بودند کہ بوقتِ وصال [ما] سہ امر بجا آرید:

یکی آنکہ: قوالان رابخواندنِ غزل ہای عشق حاضر آرید۔

دوم آنکہ: گوسفند دروقتِ عینِ نزع ذبح کنید کہ موجبِ سہولتِ سکراتِ موت است و این بندہ بحسبِ فہمِ قاصرِ خود چنان بخیال می آرد کہ: قصدِ مبارکِ آنحضرت [قبلہ] ایما ورمز بود بقربان کردن جانِ خود کہ گویا درراہِ دوست یک گوسفند قربان شدہ باشد۔

سوم آنکہ: دوسہ نفر ازیاران درآن وقت [حلقہ ساختہ] ذکر اللہ اللہ کنند کہ خود بدولت تابِ ذکرِ لسانی نداشتند وضعفِ بدنی بحدِ کمال رسیدہ بود، اما چون اتفاقِ وصالِ آنحضرت [قبلہ] دراثنای راہ بوقوع آمد۔ یاران ذکرِ جہر کردند ودو امرِ دیگر میسر نشد۔

وازنواب غازی الدین شنیدہ یاددارم کہ وی اززبان محمد بخش (۱۸۹) برادرِ خورد میاں محمد جوئیہ نقل می کرد کہ: قلبِ پاکِ حضرت قبلہ من قدس سرہ بعد از وصال تا آنکہ غسل ندادہ بودند، درذکر اللہ اللہ بود کہ محمد بخش نزدیک شدہ این آواز شنید ودیگران راخبر نبود کہ درولولہ فراقِ [آنحضرت] ہمگنان درجزع وفزع واندوہ بودند۔ چون نزدیکِ شاہ پور (۱۹۰) ربر کنارہ قطب واہ غسل دادند، آن ذکرِ قلبی بس شد واین معنی مراعات امرِ شریعتِ مطہرہ بود کہ بدنِ آدمی بمرگ درحکمِ ناپاکی افتد۔ پس آنحضرت ازراہِ دل ذاکر بودند کہ: مثلِ الذاکر کمثل الحی

ومثل الغافل کمثل المیت ۔پس آنحضرت راعجب مشغولی بود کہ ہیچ گاہ غفلت بر ایشان طاری نشد۔ حق سبحانہ و تعالیٰ از فیض ایشان بہرہ بغلامان رساند کہ بیادِ حق مشغول باشند۔(۱۹۱) الحمد للہ حمدا کثیرا وَّالصلوۃ علی نبیہ و آلہٖ بکرۃ و اصیلا ۔

تمت بتاریخ ۲۱ شوال ۱۲۸۸ھ

چونکہ مرقوم نمودم بتمام
ہر دو ملفوظ ز شیخین امام
ہاتفی گفت مرا از خوش خوی
زہ نکو رخت بتاریخش گوی
۱۲۸۸ھ

حواشی:

(۱) خواجہ نور محمد ثانی المعروف بہ خلیفہ صاحب اور خواجہ نارووالہ، نالہ قطب واہ کے قریب ایک بستی چاہ نارووالہ کے رہنے والے تھے۔ ان کے والدِ گرامی کا نام مولوی صالح محمد تھا۔ مولوی صاحب، صاحبِ عرفان بزرگ تھے۔ ان کا مزارِ فیض آثار بھی حاجی پور میں مرجع خلائق ہے۔

خواجہ نارووالہ فخرِ جہاں شاہ فخر دہلوی [م ۱۱۹۹ھ] کی ہدایت پر حضور قبلۂ عالم [م ۱۲۰۵ھ] کے مرید ہوئے اور سب سے پہلے خلافت پائی۔ وہ ۱۱۷۴ھ میں قبلۂ عالم کے حلقۂ غلامی میں داخل ہوئے، کیوں کہ ان کی وفات [۱۲۰۴ھ] پر قبلۂ عالم نے فرمایا: ''افسوس کہ مزدوری سی سالِ ما ضائع گردید، یعنی میاں صاحب بوصالِ انجامید۔'' [گلشنِ ابرار (قلمی): ص ۲۱۹]

خواجہ نارووالہ سیت پور [مظفر گڑھ] میں علاج کے لیے گئے ہوئے تھے کہ واپسی پر راستے میں ان کا انتقال ہوا۔ لفظ 'چراغ' سے ان کا سنۂ وصال [۱۲۰۴ھ] برآمد ہوتا ہے۔ بعض تذکروں [مثلاً: گلشنِ ابرار] میں ان کا سالِ وصال ۱۲۰۳ھ بھی لکھا گیا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ ان کے احوال و آثار اور ملفوظات کا بنیادی ماخذ خیر الاذکار ہے۔ بعدازاں چشت کے جن تذکروں میں خواجہ نارووالہ کا ذکرِ خیر ہوا، وہ خیر الاذکار کی مہک اور رعنائی سے معطر ہیں۔ مناقب المحبوبین کے مؤلف حاجی نجم الدین اور صاحبِ گلشن ابرار نے ان کے چار خلفا [مولوی عبداللہ خان چانڈیہ بلوچ، مولوی محمد حسن راجن پوری، مولوی نور محمد برڑہ محمد پوری اور مولوی ابوبکر حاجی پوری] کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ تاریخِ مشائخ چشت میں مولوی محمد گھلوی (مؤلف: خیر الاذکار) کو بھی ان کے خلفا میں شمار کیا گیا ہے، لیکن کسی قدیم اور مستند ماخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔

(۲) قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی [م ۶۳۳ھ] کے خلیفہ اور حضرت نظام

الدین اولیا[م ۷۲۵ھ] اور مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری[م ۶۹۰ء] کے پیرو مرشد، شیخ کبیر اور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ فرید الحق والدین گنج شکر[م ۶۷۰ء] کے تفصیلی احوال و آثار کے لیے ملاحظہ ہوں: فوائد الفواد (حسن سجزی]، سیر الاولیاء[امیر خورد]، اخبار الاخیار [شیخ عبدالحق محدث دہلوی] جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۳) قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی[م ۱۲۰۵ھ] فخرِ جہاں شاہ فخر الدین محمد دہلوی کے خلیفۂ اجل............رک: خلاصة الفوائد [قاضی محمد عمر حکیم]، خیر الاذکار [مولوی محمد گھلوی]، گلشنِ ابرار [مولوی امام بخش مہاروی]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۴) حافظ محمد، سلطان پور [مظفر گڑھ] کے متوطن تھے۔ قبلۂ عالم اور خواجہ نور محمد ثانی سے بے پناہ عقیدت اور ارادت رکھتے تھے۔ وہ شاہ فخر الدین محمد دہلوی کے مرید تھے اور خلیفہ بھی۔ مناقب المحبوبین کے علاوہ کسی دوسرے تذکرے یا ملفوظاتی مجموعے میں ان کی خلافت کا تذکرہ نہیں ہوا۔ البتہ خیر الاذکار میں پوری ایک فصل ان کے احوال اور مقامات سے متعلق ہے اور یہی فصل ان کے احوال و آثار کا واحد ماخذ ہے۔ وہ بہت باکمال اور صاحبِ عرفان بزرگ تھے۔ ان کا سنۂ وصال معلوم نہیں۔ البتہ خیر الاذکار سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہ فخر دہلوی[م ۱۱۹۹ھ] کی رحلت کے بعد اور خواجہ نور محمد ثانی[م ۱۲۰۴ھ] کی زندگی میں واصل بحق ہوئے۔ ان کا مزار شریف سلطان پور میں ہے۔

(۵) نالہ قطب واہ..........بستی نارو والہ کے قریب ہے۔ کبھی یہ علاقہ ڈیرہ غازی خان میں

شامل تھا، لیکن آج کل ضلع راجن پور کی عمل داری میں ہے۔

(۶) خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کے خلیفہ اور سلسلۂ چشتیہ کے مجدد...... نظام العقائد اور فخر الحسن کے مصنف فخرِ جہاں مولانا فخر الدین محمد دہلوی [م ۱۱۹۹ھ]...... تفصیلِ احوال و مناقب کے لیے ملاحظہ ہوں: شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقبِ فخریہ [نواب غازی الدین خان نظام]، فخر الطالبین [سید نور الدین حسینی]، فوائدِ فخریہ [میر عیوض علی]، مثنوی فخریۃ النظام [نواب غازی الدین خان نظام]، خلاصۃ الفوائد [قاضی محمد عمر حکیم]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۷) میاں آدم جیو، شاہ فخر جہاں کے مرید تھے۔ وہ دو تین بار زیارت اور فیضِ صحبت کے لیے اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں دلّی گئے۔ خیر الاذکار کی اس حکایت سے منکشف ہوتا ہے کہ وہ ملتان یا اس کے گرد و نواح کے رہنے والے تھے۔

(۸) مائی ہیر کا مزارِ مبارک جھنگ شہر میں ہے۔

(۹) برِ صغیر پاک و ہند میں سلسلۂ چشتیہ کے سرخیل، نائبِ رسول فی الہند، خواجۂ خواجگاں، خواجہ غریب نواز، خواجۂ بزرگ حضرت معین الحق والدین چشتی اجمیری [م ۶۳۳ھ]............ احوال اور تعلیمات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: سرور الصدور و نور البدور [محی الدین عبدالقادر المخاطب بہ سعیدی بزرگ]، سیر الاولیاء [امیر خورد]، اخبار الاخیار [شیخ عبدالحق محدث دہلوی] جواہرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، مناقب الحبیب [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۱۰) علی بخش شاہ، سید ظفر علی شاہ کے صاحبزادے...... اجمیر شریف کے متوطن اور خواجۂ

بزرگ کی بارگاہِ عرش مقام کے خادم...... دلّی میں مولانا فخر جہاں کی خانقاہ کے حاضر باش اور اس مجموعے میں شامل دو واقعات کے راوی

(۱۱) سید ظفر علی شاہ، بارگاہِ خواجہ غریب نواز کے خادم اور مولانا فخر جہاں کے ارادت کیش

(۱۲) بہارستان مولانا جامی کی تصنیفِ لطیف ہے۔

(۱۳) شیخ مُرائی اجمیر اور اس کے گردونواح میں دُہدادھاری کے نام سے مقبول تھا۔ سید ظفر علی شاہ [خادمِ درگاہِ خواجہ غریب نواز] کی وساطت سے شاہ فخر جہاں کی مجلس میں حاضر ہوا اور اپنی ظاہر پرستی کی پاداش میں ایک حیرت انگیز واقعے کا نشانہ بنا۔

(۱۴) مولوی عبداللہ خان چانڈیہ بلوچ، خواجہ نارووالہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ گلشنِ ابرار کے مؤلف مولوی امام بخش مہاروی نے لکھا ہے کہ: ''خلیفۂ مطلق وقائم مقامِ برحق حضرت عبداللہ خان چانڈیہ بلوچ ساکن ڈیرہ غازی خان کہ توصیفش از حدِ تحریر وتقریر بیرون وافزودن است و کشودِ کارش درحینِ حیاتِ شیخش بہ تمام رسیدہ بود کہ بعدِ وصالِ مبارکِ شیخ خود محتاج بہ شیخ دیگر نبود۔ رحمۃ اللہ علیہ۔'' [گلشنِ ابرار (قلمی): ص۲۲۲]

(۱۵) بابا فرید گنج شکر کے مرید وخلیفہ اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی اور امیر خسرو کے پیرومرشد، حضور نظام الدین اولیاء [م ۷۲۵ھ]...... تفصیلِ احوال اور تعلیمات کے لیے دیکھیے: فوائد الفواد [حسن سجزی]، سیر الاولیاء [امیر خورد]، خیر المجالس [مولانا حمید قلندر]، اخبار الاخیار [شاہ عبدالحق محدث دہلوی]، جواہرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، مخزنِ چشت [امام بخش مہاروی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، حضرت نظام الدین اولیاء: حیات اور تعلیمات [پروفیسر محمد حبیب]

(۱۶) حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفۂ اعظم خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی [م ۷۵۷ھ]......

رک:سیر الاولیاء [امیر خورد]، خیر المجالس [مولانا حمید قلندر]، اخبار الاخیار [شاہ عبدالحق محدث دہلوی]، جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]

(۱۷) خواجہ عثمان ہرونی، حضرت حاجی شریف زندنی کے خلیفۂ اکبر اور خواجہ غریب نواز کے پیرو مرشد......۶۰۷ھ میں واصل بحق ہوئے اور مکہ معظمہ میں ان کا مزارِ اقدس زیارت گاہِ عالم ہے۔......رک:اخبار الاخیار [شاہ عبدالحق محدث دہلوی]، جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]

(۱۸) قطب الحق والدین بن خواجہ کمال الدین، اوش کے متوطن تھے۔ خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے خلافت پائی۔ ۶۳۳ھ میں رحلت فرمائی۔ مزارِ پُر انوار دہلی میں مرجعِ خلائق ہے۔......رک:اخبار الاخیار [شاہ عبدالحق محدث دہلوی]، جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغرِ چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]

(۱۹) یہ واقعہ مناقب المحبوبین [لاہور ایڈیشن] کے ص ۹۸-۹۹ پر نقل ہوا۔

(۲۰) اس واقعے سے ترجیح مرید کا اثبات ہوتا ہے یا نہیں، پیرو مرشد کی مہربانی اور کرم کا اظہار بہر حال ہو رہا ہے۔

(۲۱) مولوی محمد گھلوی ۱۲۰۴ھ میں اپنے گاؤں گھلواں میں مقیم تھے۔ جب خواجہ نارووالہ کا راستے میں انتقال ہوا، تو وہ اس قافلے میں شامل نہ تھے، جو خواجہ موصوف کے ہمراہ سیت پور سے

واپس آ رہا تھا۔ مولوی گھلوی کو بعد میں اس سانحے کی خبر ہوئی۔ وہ ۱۲ جمادی الاول ۱۲۰۴ھ کو حاجی پور پہنچے۔ اس روز خواجہ نارووالہ کو انتقال فرمائے چھٹا دن تھا۔

(۲۲) مولوی عبداللہ خان [خلیفۂ اکبر خواجہ نارووالہ] بھی اپنے مرشد کے انتقال کے وقت موجود نہ تھے۔ وہ آٹھ دس دنوں بعد حاجی پور تشریف لائے اور اپنے شیخ کے مزارِ پُر انوار کی زیارت سے فیض یاب ہوئے۔

(۲۳) فارسی ادبیات کے بے عدیل اور بے مثال شاعر اور نثر نگار......سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم صوفی مولانا عبدالرحمٰن جامی [م ۸۹۸ھ]

(۲۴) گلشنِ ابرار [قلمی] کے ص ۶۷ پر یہ واقعہ نقل ہوا۔

(۲۵) قبلۂ عالم کے خلیفۂ اجل، خواجہ محمد سلیمان تونسوی المعروف خواجہ پیر پٹھان غریب نواز [م ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء]......رک: منتخب المناقب [مولوی یار محمد ساکن بنڈی]، گلشنِ اسرار [میاں محمد درزی]، نافع السالکین [مولوی امام الدین]، انتخابِ گلشنِ اسرار [مولوی خدا بخش چوہان]، ملفوظ شریف [مولوی غلام حیدر]، مناقبِ سلیمانی [مولوی غلام محمد خان]، خاتمِ سلیمانی [مولوی صالح محمد تونسوی]، غذاء المحبین و سم المعاندین [مولوی نور محمد مکھڈی]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۲۶) گلشنِ ابرار [قلمی] کے ص ۶۷۔۶۸ پر اس واقعے کا تذکرہ ہوا۔

(۲۷) القیٰمہ:۲۹

(۲۸) گلشنِ ابرار [قلمی] کے ص ۶۹ پر یہ واقعہ مرقوم ہے۔

(۲۹) نواب غازی الدین خان نظام، شاہ فخر دہلوی کے مرید اور قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی

کے خلیفہ تھے۔ان کے دادا نظام الملک آصف جاہ اوّل بھی سلسلۂ چشتیہ میں مولانا نظام الدین اورنگ آبادی سے بیعت رکھتے تھے۔انھوں نے اپنے پیرومرشد کے احوال ومناقب میں رشکِ گلستانِ ارم کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی۔

نواب غازی الدین نظام حوادثاتِ زمانہ کے باعث دہلی چھوڑ کر قبلۂ عالم کے حضور مہار شریف میں پناہ گزیں ہوئے۔انھوں نے مناقبِ فخریہ اور مثنوی فخریۃ النظام میں اپنے شیخ کے احوال اور مناقب لکھے۔وہ پاک پتن میں آسودۂ خاک ہیں۔خواجہ حسن نظامی ثانی نے غلطی سے دہلی کو ان کا مدفن قرار دیا ہے۔[ماہنامہ منادی نئی دلی: جلد ۱۳، شمارہ ۱۱، ص ۲۲] متذکرہ بالا کتابوں کے علاوہ انھوں نے اسماء الابرار کے عنوان سے بھی ایک کتاب تحریر فرمائی۔وہ قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ان کی غزلیں،قصیدے اور مثنویاں ان کی پختہ کاری اور قادرالکلامی پر گواہ ہیں۔حیدرآباد دکن سے ان کا دیوان بھی اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

(۳۰) مخزنِ چشت کے مؤلف نے لکھا ہے کہ:"فرسنافہ بکسرِ فا وسکونِ سینِ مہملہ ونونِ مفتوحہ وفای درآخر درلغت بمعنی شب نوروز ودر ینجا علمِ سلطان مراد است۔"[ص ۱۱۵]، جب کہ قبلۂ عالم نے اس کو فرشتافہ [بفتح فا وکسرِ رای مہملہ وسکونِ شینِ معجمہ وتای فوقانیہ مثنات وفای در آخر] بتایا ہے۔

(۳۱) مولوی عبدالغفور لاری، مولانا عبدالرحمٰن جامی کے خواہرزادے اور اپنے وقت کے عالمِ اجل......انھوں نے نفحات الانس پر حاشیہ آرائی کی۔

(۳۲) نفحات الانس سیکڑوں علما ومشائخ کے احوال ومناقب پر مشتمل مولانا جامی کا بے نظیر تذکرہ......مولوی عبدالغفور نے اس پر حاشیہ تحریر کیا۔دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کتاب کے ترجمے ہوئے۔اپنے موضوع پر نہایت ہی مقبول اور مستند کتاب ہے۔

(۳۳) خیر الاذکار نسخۂ اجمل اور نسخۂ پنجاب یونی ورسٹی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ:"دنیوری

بکسرِ اوّل و فتحِ نون منسوب است بہ دینور کہ نام شہری است بکوہستان درمیانِ ہمدان و بغداد۔"

[بحوالہ عبدالغفور حاشیہ نفحات الانس]

(۳۴) ممشاد علو دینوری، خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ۲۹۹ھ میں وفات پائی۔......رک: نفحات الانس [مولانا عبدالرحمٰن جامی]، سیر الاولیاء [امیر خورد]، مرأۃ الاسرار [مولوی عبدالرحمٰن چشتی]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]

(۳۵) منتخب اللغات سید عبدالرشید ٹھٹھوی کی لغت...... یہ لغت ۱۰۴۶ھ میں مرتب ہوئی۔ مؤلف نے اس کا نام منتخب اللغات شاہ جہانی رکھا۔ ان کا اصل کارنامہ فرہنگِ رشیدی کی ترتیب وتہذیب ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ مغیرات اور رسالہ معربات بھی ان کی تالیفات ہیں۔ [ماخوذ از: رسالہ معرباتِ رشیدی: ڈاکٹر عبدالستار صدیقی رڈاکٹر مظہر محمود شیرانی: کراچی، ادارۂ یادگارِ غالب: باراوّل ۲۰۰۳ء]

(۳۶) صاحبِ شان وشکوہ، منصف اور عادل حکمران

(۳۷) سید حسن خواجۂ بزرگ معین الحق والدین کے والدِ بزرگوار

(۳۸) اجودھن کے بجائے پاک پتن اکبرِ اعظم کے زمانے میں معروف ہوا۔ تمام قدیم کتابوں میں اجودھن آیا ہے۔

(۳۹) مناقب المحبوبین کے ص ۹۹ تا ۱۰۵ اور گلشنِ ابرار ۷۵ تا ۷۸ پر خیر الاذکار کے ان مندرجات کی تفصیل ملتی ہے۔

(۴۰) خواجہ مودود چشتی کا اسمِ گرامی قطب الدین تھا۔ وہ اپنے والدِ ماجد خواجہ ابو یوسف چشتی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ۵۲۷ھ میں عالمِ بقا کی جانب مراجعت فرمائی اور چشت میں مدفون ہوئے۔ رک: نفحات الانس [مولانا عبدالرحمٰن جامی]، جواہرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]،

شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۱) خواجہ ناصر الدین ابو یوسف محمد سمعان، سید ابراہیم کے فرزندِ ارجمند تھے۔ انھیں اپنے ماموں خواجہ ابو محمد چشتی سے مسندِ ارشاد ودیعت ہوئی۔ ۴۵۹ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزارِ پُر انوار چشت میں مرجع خلائق ہے۔......رک: جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۲) خواجہ ابو محمد چشتی اپنے والدِ گرامی خواجہ احمد چشتی کے خلیفہ تھے۔ ۴۲۱ھ میں وفات پائی۔ مزار شریف چشت میں ہے۔......رک: جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۳) قدوۃ الدین ابی احمد بن فرشافتہ الچشتی، خواجہ ابو اسحٰق چشتی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ ۳۵۵ھ میں رحلت فرمائی اور چشت میں مدفون ہوئے۔......رک: جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۴) سرِ سلسلۂ چشتیاں ابو اسحٰق شامی چشتی، خواجہ ممشاد دینوری کے خلیفۂ اعظم تھے۔ انھیں اپنے شیخ نے چشتی کا لقب عطا فرمایا۔ وہ ملکِ شام کے متوطن تھے۔ مزار شریف عکّہ [شام] میں ہے۔......رک: جواھرِ فریدی [مولوی علی اصغر چشتی]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم

الدین]،تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۵) شیخ یحییٰ مدنی اپنے دادا شیخ محمد کے خلیفۂ اکبر تھے۔۱۱۲۲ھ میں راہیِ ملکِ عدم ہوئے اور مدینۃ الرسولؐ میں آسودۂ خاک ہیں۔......رک:مفتاح الکرامات [شیخ محمد فاضل]،مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]،مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]،تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۶) مظہر اللہ التام الصمد شیخ محمد اپنے والدِ بزرگوار شیخ حسن محمد کے خلیفہ تھے۔اصل نام شمس الدین اور لقب محمد تھا۔انھوں نے بیالیس کتابیں تصنیف کیں،جن میں تفسیرِ محمدی کو بے پناہ شہرت نصیب ہوئی۔۱۰۴۱ھ میں وفات پائی۔مزار شریف احمد آباد میں ہے۔......رک: مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]،مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]،تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۷) شیخ محمد کا اصل نام شیخ نصیر تھا۔وہ شیخ احمد کے صاحب زادے اور شیخ جمال الدین المعروف بہ شیخ جمن کے خلیفۂ اعظم تھے۔۹۸۲ھ میں وفات پائی۔مزارِ پُر انوار احمد آباد میں ہے۔......رک:مجالسِ حسنہ [شیخ محمد]،مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]،تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۸) شیخ جمال الدین المعروف بہ شیخ جمن،شیخ محمود راجن کے خلیفۂ اعظم تھے۔انھوں نے ۹۴۰ھ میں وفات پائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔......رک:مجالسِ حسنہ [شیخ محمد]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]،مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]،تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۴۹) شیخ محمود راجن نے اپنے والدِ گرامی خواجہ علم الحق والدین سے خلافت پائی۔۹۰۰ھ میں رحلت فرمائی۔......رک:مجالسِ حسنہ [شیخ محمد]،مخزنِ چشت [مولوی امام بخش

مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۵۰) یہاں مؤلفِ خیر الاذکار سے صوفیائے چشت کے سلسلۂ انساب کی ترقیم میں تسامح ہوا۔ حاجی نجم الدین نے مولوی محمد گھلوی کی اس غلطی پر گرفت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''کاتب الحروف گوید کہ اینجا راوی را غلطی افتادہ است و در شنیدنِ وی سہو افتادہ است، ورنہ حضرت قبلۂ عالم این چنین الفاظ غلط نہ فرمودندی، زیرا کہ حق تعالیٰ اوشان را عالمِ ظاہر و باطن کردہ بود و اگر بر تقریرِ این مقولہ حضرت قبلۂ عالم است، پس گمان کردہ شود و حمل کردہ آید بر استغراقِ آنحضرت وعدم وقوف از حالاتِ انساب در آن حالت کہ اہل اللہ را می شود...... اما حقیقتِ نسبِ شیخانِ عظام مذکورین و موصوفین اینست کہ حضرت خواجہ معین الدین و حضرت خواجہ قطب الدین و حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ہمہ ساداتِ حسینی بودہ اند، اما حضرت گنج شکر و حضرت شیخ نصیر الدین و از حضرت شیخ کمال الدین علامہ تا حضرت یحییٰ مدنی ہمہ شیخ فاروقی بودہ اند و حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی و شیخ نظام الدین اورنگ آبادی ہر دو از اولادِ صدیق اکبرؓ اند۔'' [مناقب المحبوبین: ص ۱۰۱]

(۵۱) سلسلۂ چشتیہ کے مجدد اور حضرت یحییٰ مدنی کے خلیفۂ اعظم، شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی [م ۱۱۴۲ھ] ......رک: مجالسِ کلیمی [خواجہ کامگار خان]، شجرۃ الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۵۲) شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کے خلیفۂ اعظم اور شاہ فخر دہلوی کے پیر و مرشد، حضور نظام الدین اورنگ آبادی [م ۱۱۴۲ھ] ...... مفصل احوال اور ملفوظات کے لیے دیکھیے: رشکِ گلستانِ ارم [نظام الملک آصف جاہ اوّل]، احسن الشمائل [خواجہ کامگار خان]، شجرۃ

الانوار [مولوی رحیم بخش فخری]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۵۳) خواجہ سراج الحق، خواجہ کمال الدین علامہ کے صاحبزادے اور خلیفہ اعظم تھے۔ ۸۱۷ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک گجرات میں ہے۔......رک: مجالس حسنہ [شیخ محمد]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]

(۵۴) مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۱ اور گلشنِ ابرار کے ص ۹۷ پر خیر الاذکار کا یہ اقتباس نقل ہوا۔

(۵۵) میاں محمد یار، مہار خاندان کے فرد تھے۔ انھیں خواجہ نارووالہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ وہ مولوی محمد گھلوی کے عزیز ترین دوستوں میں سے تھے۔ موصوف نے خیر الاذکار میں انھیں 'یارِ غار' اور 'دوستِ غمگسار' لکھا ہے، جس سے دونوں کے مابین محبت اور بے تکلفانہ روابط کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں دوست، پیر بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ ہم سبق بھی تھے۔ انھیں اپنے پیرومرشد سے شرحِ لمعات پڑھنے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔

(۵۶) مولانا جامی نے فخر الدین عراقی کی کتاب لمعات کی اشعتہ اللمعات کے عنوان سے شرح لکھی۔

(۵۷) مولوی غلام علی، مہار شریف میں قبلہ عالم کی مسجد میں پیش امام تھے۔

(۵۸) میاں محمد مسعود، حافظ محمد سلطان پوری کے فرزندِ ارجمند تھے۔ مؤلفِ خیر الاذکار جب پہلی بار مہار شریف گئے۔ ان دنوں حافظ صاحب اور میاں محمد مسعود بھی وہاں مقیم تھے۔ میاں مسعود کم سن تھے۔ مولوی محمد گھلوی اپنی بیماری کی وجہ سے جب مہار شریف سے اپنے گھر [گھلواں]

کی طرف روانہ ہوئے، تو وہ انھیں بھی گھر چھوڑنے کے لیے اپنے ساتھ لے گئے، کیوں کہ سلطان پور، گھلواں کے راستے میں تھا۔

(۵۹) یہ مسئلہ قدرے مختلف منظرنامے کے ساتھ گلشنِ ابرار کے ص ۸۲۔۸۳ پر نقل ہوا۔

(۶۰) مؤلفِ گلشنِ ابرار نے اس شخص کا نام میاں محمد اکبر لکھی لکھا ہے۔ وہ قبلۂ عالم کے مرید تھے۔ رک: ص ۷۰

(۶۱) گلشنِ ابرار میں یہ واقعہ ص ۷۰، مناقب المحبوبین میں ص ۱۰۱ اور مخزنِ چشت کے ص ۲۷۲ پر مذکور ہوا۔

(۶۲) قاضی عاقل محمد، قبلۂ عالم کے خلیفۂ اجل تھے۔ وہ ۱۲۲۹ھ کو شدانی میں واصل بحق ہوئے۔ ان کے جسمِ اطہر کو کوٹ مٹھن لا کر دفن کیا گیا...... رک: مناقبِ فریدی [احمد اختر مرزا]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۶۳) میاں احمد علی، قاضی عاقل محمد کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ وہ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ انھوں نے ۱۲۳۱ھ میں وفات پائی اور کوٹ مٹھن میں آسودۂ خاک ہوئے...... رک: مناقبِ فریدی [احمد اختر مرزا]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، تاریخ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۶۴) میاں محمد شریف، قاضی عاقل محمد کے والد اور صاحبِ کمال بزرگ تھے۔

(۶۵) خیر الاذکار کے دیگر نسخوں اور معاصر تذکار میں ان کا نام مولوی احمدی واعظ آیا ہے۔ خیر الاذکار کے مؤلف نے انھیں بابِ وعظ و فصاحت و بلاغت میں 'ضرب المثلِ زمانہ'

کہا ہے۔

(٦٦) یہ واقعہ مناقب المحبوبین کے ص ١٠١۔١٠٢ پر نقل ہوا۔

(٦٧) سلسلۂ قادریہ کے سرخیل، غوثِ اعظم اور شیخ اجل سید عبدالقادر جیلانی [م ٥٦٢ھ]

(٦٨) غنیۃ الطالبین متصوفانہ ادب کی اہم ترین کتاب ہے۔

(٦٩) غنیۃ الطالبین [مترجمہ مولانا راغب رحمانی دہلوی: مطبوعہ از نفیس اکیڈمی، کراچی: ١٩٨٩ء] کے متن اور ترجمے میں غوثِ اعظم کا یہ قول موجود نہیں۔

(٧٠) گڑھی اختیار خان، خانپور [ضلع رحیم یار خان] سے تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی طرف ایک تاریخی قصبہ ہے۔ یہاں سلسلۂ چشتیہ کے دو بزرگوں [خواجہ محمد یار فریدی اور خواجہ غلام نازک فریدی] کے مزارات مرجعِ خلائق ہیں۔ قدیم کتابوں میں گڑھی اختیار خان کو گڑھی اختیار خان کورائی بھی لکھا جاتا رہا ہے۔

(٧١) ''حضرت قبلۂ من سخن براین مقرر شد'' بجائے ''قبلۂ عالم سخن براین مقرر شد''۔ [بحوالہ: خیر الاذکار نسخۂ اجمل و نسخہ پنجاب یونی ورسٹی]

(٧٢) المرسلات: ٤٣

(٧٣) یہ مسئلہ مناقب المحبوبین کے ص ١٠١ اور مخزنِ چشت کے ٣٧٠۔٣٧١ پر نقل ہوا۔

(٧٤) میاں غلام محمد، مؤلفِ خیر الاذکار کے والدِ گرامی تھے۔

(٧٥) یہ شعر مثنوی مولانا روم کا ہے۔

(٧٦) نزهة الارواح تصوف کی معروف کتاب ہے۔

(٧٧) عوارف المعارف شیخ شیوخ العالم حضرت شہاب الدین سہروردی [م ٦٣٢ھ] کی شہرۂ آفاق کتاب...... اصلاً عربی میں ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے ترجمے موجود ہیں۔

چشتیہ سلسلے کی خانقاہوں میں صدیوں تک اس کتاب کا درس ہوتا رہا ہے۔

(۷۸) نکلسن اور کریم زمانی کے مرتبہ نسخوں میں ان اشعار کا متن یوں ہے:

سرشکستہ نیست این سر را مبند
یک دو روزی جہد کن باقی بخند
ہرچہ غیرِ شورش و دیوانگی ست
اندرین رہ دوری و بیگانگی ست

[مثنویِ معنوی مرتبہ نکلسن: تہران، نشرِ انتشاراتِ گلی: ۱۳۷۱ھ ش/ شرحِ جامع مثنوی معنوی: کریم زمانی: تہران، انتشاراتِ اطلاعات میرداد: ۱۳۷۸ھ ش]

(۷۹) یہ خط خواجہ نارووالہ کے احوال کے ضمن میں تکملہ سیر الاولیاء کے ص ۱۳۱-۱۳۲ پر نقل ہوا۔ [مطبوعہ از: رضوی پریس، دہلی: ۱۳۱۲ھ]

(۸۰) میاں موسیٰ، مولوی محمد گھلوی کی زیرِ نگرانی دینی علم کی تحصیل میں مصروف تھے۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خواجہ نارووالہ کے مرید تھے۔ خواجہ صاحب نے انھیں تحصیلِ علم کے لیے ایک وظیفہ بھی بتایا تھا۔

(۸۱) خواجہ نارووالہ نے اپنے خط میں غلام رسول کو سلام لکھا تھا۔ وہ یقیناً خواجہ صاحب کے حلقۂ اثر میں تھے، لیکن خیر الاذکار کے مندرجات سے ان کے کردار پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔

(۸۲) میاں احمد جیو کے کوائفِ حیات معلوم نہیں ہو سکے، لیکن خیر الاذکار سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سلسلۂ فکر و یقین سے متعلق تھے۔

(۸۳) المومن: ۴۴

(۸۴) یہ واقعہ گلشنِ ابرار میں بھی نقل ہوا۔ رک: ص ۲۰۰، اس کا اردو ترجمہ اولیائے پاکستان کی جلد دوم کے ص ۱۴۴ پر آیا ہے۔

(۸۵) گلشنِ ابرار کے ص ۷۱ پر یہ واقعہ اس طرح آیا ہے: ''یک مرتبہ حضرت خلیفہ صاحب خواجہ نور محمد ثانی نارووالہ رحمۃ اللہ علیہ پا پیادہ بہ مہار شریف بخدمتِ آن عنصرِ لطیف حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمدہ سعادتِ اقدام بوسی حصول نمود۔ شخصی از حاضرانِ محفلِ قدس مشاکل از وپرسید کہ: بہ سواری آمدہ ای خواہ پیادہ؟ بدر جواب فرمود کہ: پیادہ۔ ہمون کس گفت کہ: چرا تدارکِ سواری نہ فرمودہ اید؟ خود بدولت حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفور از زبانِ فیض نوایان فرمود:

شوقِ طوافِ کعبہ چو در دامنت گرفت
تدبیرِ زاد و راحلہ شد شد نشد نشد

اسی طرح مناقب المحبوبین میں حاجی نجم الدین نے رسالہ اسرار الکمالیہ کے حوالے سے یوں لکھا ہے: ''وقتی حضرت نارووالہ صاحب بخدمتِ حضرت قبلۂ عالم آمدند، کسی پرسید کہ سوار آمدہ اید یا پیادہ؟ فرمودند: پیادہ آمدہ ام۔ حاضران گفتند کہ: تدبیرِ سواری چرا نکردید؟ فی الحال قبلۂ عالم این بیتِ احمد جام خواندند:

شوقِ طوافِ کعبہ چو در دامنت گرفت
تدبیرِ زاد و راحلہ شد شد نشد نشد

[ص:۱۱۲]

(۸۶) گلشنِ ابرار کے مرتب نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا: ''وہم روزی یکی از غلامی از غلامانِ حضورِ عالی بخدمت عرض نمود کہ: من......'' [ص ۷۱] مولوی امام بخش نے 'این' کے بجائے لفظ 'یکی' استعمال کر کے اس واقعے کا پورا منظر نامہ بدل دیا۔ لفظ 'این' خیر الاذکار کے مؤلف کا مشار''الیہ تھا، مگر لفظ'' یکی' کے استعمال نے اس واقعے کو تعمیم عطا کر دی۔

(۸۷) مناقب المحبوبین میں یہ واقعہ ۱۰۷۔۱۰۸ پر آیا ہے۔

(۸۹) فاضل پور، راجن پور کے قریب ہے۔

(۹۰) یارے والی ضلع مظفر گڑھ کا ایک قصبہ ہے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے پر آباد ہے۔ کسی زمانے میں یہ قصبہ قاضی نور محمد کوریجہ [برادرِ قاضی عاقل محمد] کی جاگیر میں شامل تھا۔ قاضی صاحب کے دادا مخدوم غلام حیدر کا مزار مبارک بھی اسی قصبے میں ہے۔ خیر الاذکار کے مؤلف یہاں تین سال اقامت پذیر رہے۔ ان کے قیام کا زمانہ ۱۱۹۹ھ کے آس پاس کا ہے، کیوں کہ جب فخرِ جہاں شاہ فخر الدین محمد دہلوی کے ارتحال کا سانحہ پیش آیا، تو مولوی محمد گھلوی یارے والی میں مقیم تھے۔

(۹۱) قاضی نور محمد کوریجہ بن قاضی محمد شریف، قبلۂ عالم کے خلیفۂ اجل قاضی عاقل محمد کے بڑے بھائی تھے۔ جب قبلۂ عالم پہلی بار چاہ نارُووالہ تشریف لائے، تو قاضی صاحب ان کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے۔ یارے والی کا علاقہ ان کی جاگیر میں شامل تھا۔ انھوں نے قبلۂ عالم کو اپنے گاؤں میں تشریف لانے کی دعوت دی۔

(۹۲) امام ابو یوسف کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم تھا۔ وہ صحابیِ رسولؐ سعد بن حتبہؓ کی اولاد میں سے تھے۔ ۹۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امامِ اعظم کے ممتاز شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ فقۂ اسلامی کی تدوین اور تہذیب میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ [ماخوذ از: علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات [جلد دوم]: مولانا عبدالقیوم حقانی: اکوڑہ خٹک، موتمر المصنفین: مئی ۱۹۸۹ء: ص ۳۲]

(۹۳) اس واقعے کا خلاصہ گلشنِ ابرار کے ص ۱۲۰ اور مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۸ پر آیا ہے۔

(۹۴) کوٹلہ مہر علی، خیر پور سادات [ضلع مظفر گڑھ] کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اسے کوٹلی مہر علی بھی کہا جاتا ہے۔

(۹۵) میاں محمد موسیٰ والا، قبلۂ عالم کے مرید اور خواجہ نارووالہ کے خادمِ خاص تھے۔ وہ حاجی پور، یا اس کے گرد و نواح کے رہنے والے تھے۔ خیر الاذکار میں ان کا دو بار ذکرِ خیر آیا ہے۔ اس واقعے میں: ''دراین اثنا [میاں صاحب] میاں محمد موسیٰ والا از یارانِ آنحضرت'' مذکور ہے۔ متن کے تناظر میں یہاں آنحضرت سے مراد خواجہ نارووالہ ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ سہوِ کاتب ہے یا پھر روا روی میں مؤلف سے یہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔

(۹۶) قاضی محمد عمر حکیم سیت پور کے متوطن اور پیشے کے اعتبار سے طبیب تھے۔ وہ قبلۂ عالم کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے پیر و مرشد کے ملفوظات خلاصۃ الفوائد کے عنوان سے مرتب کیے۔

(۹۷) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۱۷۔۲۱۸ اور مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۸۔۱۰۹ پر نقل ہوا۔

(۹۸) بستی صالح پور کہاں ہے؟ کوشش بسیار کے باوجود اس کی جغرافیائی حدود کا علم نہیں ہو سکا۔

(۹۹) شیخ محمد قریشی، صالح پور کے رہنے والے تھے۔ انھیں خواجہ نارووالہ سے نہایت عقیدت اور محبت تھی۔ ایک بار جب خواجہ صاحب عازمِ مہار شریف تھے، تو رات ان کے ہاں قیام فرمایا۔

(۱۰۰) مولوی نور احمد نوشہرہ [ضلع راجن پور] کے باشندے تھے، لیکن خیر الاذکار سے اس کی تعیین نہیں ہوتی کہ وہ نوشہرہ شرقی کے متوطن تھے یا نوشہرہ غربی کے؟ نوشہرہ شرقی، نارووالہ کے قریب، فاضل پور سے دس کلومیٹر مشرق کی طرف واقع ہے۔ یہاں معروف بزرگ محمد شاہ صاحب کا مزار ہے، جب کہ نوشہرہ غربی جام پور سے تقریباً تیس کلومیٹر مغرب کی طرف ہے۔

(۱۰۱) حافظ یار محمد ساکن داؤد جال، قبلۂ عالم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قاضی محمد عمر حکیم نے خلاصۃ الفوائد میں ان سے قبلۂ عالم کا ایک ملفوظ بھی روایت کیا ہے۔

(۱۰۲) الحصن الحصین امام محمد بن الجزری [م ۸۳۳ھ] کا مرتبہ مجموعۂ اذکار وادعیہ ہے۔ خود مرتب نے بھی مفتاح الحصن الحصین کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ ملا علی قاری نے الحرز الثمین کے عنوان سے اس پر حاشیہ آرائی کی۔ بعد ازاں اس مجموعے کے کئی حاشیے لکھے گئے۔ دیگر حاشیہ نگاروں میں: مولوی عبدالحی، مولوی محمد خلیق، نواب قطب الدین، مولوی محمد احسن نانوتوی اور شاہ ظہیر احمد شہسوانی کے نام مشہور ہیں۔ [ماخوذ از: حصن حصین: امام محمد رمولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری: لاہور، خزینۂ علم وادب: س۔ن: ۲۱ تا ۵۱] مؤلف خیر الاذکار کے پیشِ نظر حصن حصین کا کون سا حاشیہ رہا ہے، معلوم نہیں ہو سکتا، کیوں کہ آج، قدیم کتابیں حاشیہ نگاروں اور شارحین کے ناموں سے پہچانی جاتی ہیں، محض محشی کتاب کا نام لکھ دینے سے کتاب کے مؤلف تک رسائی ممکن نہیں ہو سکتی۔

(۱۰۳) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۱۳۔۲۱۴ پر نقل ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ عالم فقری کی کتاب اولیائے پاکستان [جلد دوم] کے ص ۱۴۴ اور ۱۴۵ پر آیا ہے۔

(۱۰۴) حاصل پور شرقی، بہاول پور کے قریب ہے۔

(۱۰۵) کھلوار رکھلوار بہاول پور کا ایک قصبہ ہے۔

(۱۰۶) کوٹلہ مغلاں، جام پور سے جنوب مشرق کی طرف تقریباً ۱۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

(۱۰۷) میاں محمد جوئیہ، خواجہ نارووالہ کے مرید اور خادمِ خاص تھے۔ وہ اپنے شیخ کے وصال کے بعد مدت تک ان کے مزار مبارک پر مجاور رہے۔ وہیں زندگی کے بقیہ ایام گزارے اور حاجی پور ہی میں پیوندِ خاک ہوئے۔

(۱۰۸) سید شاہ محمد ساکن قریہ حاجی محمد اکرم ڈہا، خواجہ نارووالہ کے دامنِ گرفتہ تھے۔

(۱۰۹) حافظ محمد اسمٰعیل، خواجہ نارووالہ کے استاد تھے۔ ایک دفعہ جب حضرت نارووالہ عازمِ ملتان تھے، تو دو تین دن قریہ حاجی محمد اکرم ڈہا میں ان کے ہاں مہمان رہے۔ خیر الاذکار کے

مؤلف نے انھیں عمدۃ العلماء اور زبدۃ الصلحاء کے القابات سے یاد کیا ہے۔

(۱۱۰) حافظ محمد، خواجہ نارووالہ کے اکلوتے فرزندِ ارجمند تھے۔ انھیں قبلۂ عالم سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ حاجی پور میں خواجہ نارووالہ کے مزار کے ساتھ ان کا مزار ہے۔

(۱۱۱) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۰۷ پر نقل ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ اولیائے پاکستان [جلد دوم] میں شامل ہے۔ رک: ص ۱۴۲

(۱۱۲) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۰۷۔۲۰۸ اور مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۹ پر مذکور ہے۔

(۱۱۳) خواجہ نور الصمد، قبلۂ عالم کے بڑے صاحبزادے اور جانشیں تھے۔ انھیں قوم مہاراں کے افراد نے شہید کر دیا...... رک: مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، تاریخِ مشائخ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۱۱۴) یہ واقعہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۹ پر نقل ہوا۔

(۱۱۵) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۰۸۔۲۰۹ اور مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۰ پر نقل ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ اولیائے پاکستان [جلد دوم] کے ص ۱۴۷ پر آیا ہے۔

(۱۱۶) صحیح مسلم کے جامع امام مسلم بن حجاج قشیری [م ۲۶۱ھ] ہیں۔ یہ مجموعۂ احادیث محدثین کے حلقوں میں بہت اہمیت کا حامل رہا ہے اور آج بھی ہے۔ اس میں بارہ ہزار احادیثِ مبارکہ شامل ہیں۔

(۱۱۷) خیر الاذکار کے دیگر نسخوں میں میاں محمد جوئیہ کے بجائے میاں جان محمد کا نام آیا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ میاں محمد جوئیہ کو خواجہ نارووالہ سے جو عقیدت اور ارادت

تھی، اس کا تقاضا ہے کہ وہ اس کارِ خیانت میں ملوث نہ رہے ہوں گے۔

(۱۱۸) یہاں بھی خیر الاذکار کے دیگر نسخوں میں جان محمد کا نام آیا ہے۔

(۱۱۹) اس واقعے کا خلاصہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۰۹۔۲۱۰ پر آیا ہے۔ اس واقعے کا اردو ترجمہ دیکھیے: اولیائے پاکستان [جلد دوم]: ص ۱۴۷۔۱۴۸

(۱۲۰) میاں یار محمد پچار، خواجہ نارووالہ کے مرید تھے۔ وہ حاجی پور کے رہنے والے تھے۔ اکثر و بیشتر وہ خواجہ صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے اور آفتابہ برداری کی خدمت انجام دیتے تھے۔

(۱۲۱) اس واقعے کا خلاصہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۱۰ تا ۲۱۲ اور مناقب المحبوبین کے ص ۲۱۰۔۲۱۱ پر مذکور ہے۔ عالم فقری نے اس واقعے کا ترجمہ کتاب اولیائے پاکستان [جلد دوم] کے ص ۱۴۲۔۱۴۳ میں شامل کیا ہے۔

(۱۲۲) میاں محمد دہکانہ، خواجہ نارووالہ کے دربارِ گوہر بار میں قوال تھے۔

(۱۲۳) میاں محمد راجن پور کے رہائشی اور خواجہ نارووالہ کے مرید تھے۔ وہ عوام الناس میں اُن تنب کے نام سے مشہور تھے۔

(۱۲۴) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۱۲۔۲۱۳ اور مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۱ پر نقل ہوا۔

(۱۲۵) میاں محمد بری، قبلۂ عالم کے مرید اور خواجہ نارووالہ کے خادمِ خاص تھے۔ جب شاہ فخر دہلوی کے ایما پر خواجہ صاحب، بیعت کے لیے قبلۂ عالم کی خدمت بابرکت میں مہار شریف گئے، تو محمد بری ان کے ہمراہ تھے۔ وہ زندگی بھر خواجہ صاحب کی خدمتِ اقدس میں رہے۔

(۱۲۶) حافظ یحییٰ علمِ حدیث میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ وہ شیخ واہن کے متوطن تھے۔ بصارت سے محروم تھے، لیکن علمِ حدیث کی برکت سے ان کا سینہ انوارِ الٰہی کا خزینہ تھا۔ وہ صاحب بصیرت بزرگ تھے۔

(۱۲۷) مولوی محمد اکرم راجن پور کے رہنے والے تھے۔ انہیں قبلۂ عالم سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ وہ علومِ دینیہ میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

(۱۲۸) قاضی درویش محمد کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کون تھے؟ البتہ جن بزرگوں کا ساتھ ان کا ذکر آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ علم و فضل تھے۔

(۱۲۹) وقایہ تاج الشریعہ محمود بن احمد بن عبید اللہ کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب اور اس کی شروح درسِ نظامی کے نصاب کا حصہ رہی ہیں۔ تاج الشریعہ نے ۷۸۱ھ میں وفات پائی۔

(۱۳۰) میاں عبدالغفور، حافظ یحییٰ نابینا کے فرزندِ ارجمند تھے۔ وہ شیخ واہن میں اقامت پذیر تھے۔

(۱۳۱) مولوی علی محمد جیو سیت پور میں رہائش پذیر تھے۔ وہ علومِ دینیہ میں مہارت رکھتے تھے اور درس و تدریس سے وابستہ تھے۔

(۱۳۲) محمد اکرم نام کی دو شخصیات قبلۂ عالم کے حلقۂ ارادت میں شامل تھیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق راجن پور اور دوسرے کا تعلق سمینہ [ڈیرہ غازی خان] سے تھا۔ مؤخر الذکر قبلۂ عالم کے خلیفہ بھی تھے۔ خیر الاذکار کے متن سے یہ آشکار نہیں ہوتا کہ ان دو میں سے یہاں کون سے بزرگ مراد ہیں؟

(۱۳۳) یہ واقعہ براہِ راست مؤلفِ خیر الاذکار کا اپنا شنیدہ نہیں، بلکہ یہ میاں محمد بری کی وساطت سے ان تک پہنچا۔ لگتا ہے کہ میاں محمد بری کو اس کی سماعت میں سہو ہوا اور وہ اس واقعے کے مالہ و ماعلیہ کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے، یا جب انھوں نے اسے بیان کیا، تو اس کو سنے ہوئے خاصا وقت گزر چکا تھا، یا پھر مؤلف نے کافی مدت بعد محض یادداشت کی بنیاد پر اس کی ترقیم کی۔ بہر حال جو بھی معاملہ رہا ہو، یہ واقعہ معنوی اعتبار سے اضطراب آشنا ہے، کیوں کہ اس کا تمام تر فکری اظہار یہ سلسلۂ چشتیہ کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس سلسلے کے وابستگان، بزرگوں کے احوال و مناقب میں کمی بیشی، یا ان کے مقامات کی تعیین میں کبھی سرگرمِ کار نہیں رہے۔...... واللہ اعلم

(۱۳۴) میاں صالح محمد، خواجہ ناروواله کے والدِ گرامی تھے۔ وہ بھی صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے۔ ان کا مزارِ مقدس حاجی پور میں ہے۔

(۱۳۵) خواجہ ناروواله نہایت کامل واکمل اور صاحبِ عرفان ویقین بزرگ تھے۔ قبلۂ عالم نے انھیں سب سے پہلے خلافت سے نوازا۔ وہ ان کے حال پر بہت کرم فرماتے تھے، لیکن مؤلفِ خیر الاذکار اپنے رسالے میں پیرومرشد کے کرم اور مہربانی کی عجیب توجیہ کرتے ہیں۔ جہاں شیخ کی توجہ اور شفقت کا اثبات ہونا چاہیے، وہاں ان کے نزدیک: ایسا ہر واقعہ ترجیحِ مرید پر منتج ہوتا ہے۔ مولوی خدا بخش چوہان نے اپنے مکتوبہ نسخے میں اس مقام پر کچھ حاشیہ آرائی کی ہے، جو ہدیۂ قارئین ہے: این تقریرِ مصنفہ برجہتِ عقیدت و ارادت [کذا]، بلکہ فی نفس الامر مخدوش است۔ ازاں کہ اولاً سوءِ ادب است در حقِ ہر دو شیخین وثانیاً آنکہ: ہر نعمت وواردات [کذا] کہ بر مرید عطامی شود بہ واسطۂ پیر و تربیتِ وی است، نہ بذاتِ مرید۔ پس ترجیحِ مرید بر پیر چگونہ صورت بندد؟ این سخنِ حضرتِ قبلۂ عالم بمقتضای من تواضع اللہ رفع اللہ قدرت موجبِ ترقیِ قبلۂ عالم است واز خواصِ سالک است کہ چناں از کدورتِ نفسانی پاک شود کہ خود را از ہمہ عام و خاص فروتر پندارد وعلی تقدیر التسلیم حضرت قبلۂ عالم کہ بیانِ قدر ومنزلتِ خلیفۂ خود بیان فرمودہ اند۔ ازین لازم نمی آید کہ قدر ومنزلتِ حضرت قبلۂ عالم در ادنیٰ درجہ از آنست، بلکہ ضمناً علوِ قدر ومنزلتِ حضرت قبلۂ عالم ازین سخن ہویدا است، چراکہ چوں خلیفۂ شیخ را چنین مرتبۂ عالی باشد۔ فکیف شیخ فلان الفرع تابع الاصل ولا عکس فافہم ○ لکاتبہ سلمہ اللہ تعالیٰ

(۱۳۶) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص ۲۲۰۔۲۲۱ اور مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۱ پر نقل ہوا۔

(۱۳۷) حافظ محمد جمال ملتانی، قبلۂ عالم کے خلیفۂ اجل تھے۔ انھوں نے ۱۲۲۶ھ کو رحلت فرمائی اور ملتان میں سپردِ خاک ہوئے۔......رک: مناقب المحبوبین [حاجی نجم الدین]، تکملہ

سیر الاولیاء [مولوی گل محمد احمد پوری]، مخزنِ چشت [مولوی امام بخش مہاروی]، انوارِ جمالیہ [منشی غلام حسن شہید]، اسرار الکمالیہ [زاہد شاہ]، فضائلِ رضیہ [مولوی عبدالعزیز پڑھیاروی]، تاریخِ مشائخِ چشت [پروفیسر خلیق احمد نظامی]

(۱۳۸) لوائح مولانا جامی کی تصنیف ہے۔ اس کا موضوع عشق و عرفان ہے۔ محمد حسین تسبیحی کی مرتبہ لوائح تہران سے ۱۳۴۲ھ ش میں شائع ہوئی۔ ای ایچ ون فیلڈ اور مرزا محمد قزوینی نے اس کا جو انگریزی ترجمہ کیا تھا، وہ ۱۹۷۸ء میں لاہور سے اشاعت پذیر ہوا۔

(۱۳۹) سواء السبیل شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی تصنیفِ لطیف ہے۔

(۱۴۰) تسنیم شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی تصنیفِ لطیف ہے۔ قاضی عاقل محمد کے مرید اور خلیفہ مولوی عبداللہ نے تنسیم کے عنوان سے اس کی شرح لکھی۔

(۱۴۱) یہ واقعہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۱۔۱۱۲ پر مذکور ہے۔

(۱۴۲) شاہ احمد یار، قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے مرید تھے۔

(۱۴۳) مولوی عزیز اللہ ججن، خواجہ نارووالہ کے مرید تھے۔

(۱۴۴) مخدوم حامد گنج بخش اوچ متبرکہ کے صاحبِ علم و عرفان بزرگ تھے۔ ان کا اصل نام سید حسن بخش تھا۔ اوچ میں بہاول خان ثانی سے ان کا معرکہ ہوا۔ مخدوم صاحب سندھ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہیں ۱۲۲۱ھ میں گھوٹکی کے مقام پر انتقال فرمایا۔

(۱۴۵) نواب بہاول خان ثانی مراد ہیں، جو اپنے چچا امیر محمد مبارک کی وفات کے بعد والئ ریاست مقرر ہوئے۔ اصل نام جعفر خان تھا۔ ۱۲۲۴ھ میں وفات پائی۔

(۱۴۶) اسلام خان کورائی اپنے علاقے کی صاحبِ حیثیت شخصیت تھے۔ جب مخدوم حامد گنج بخش، بہاول خان سے معرکہ آرائی میں پسپا ہو کر جنوب کی طرف روانہ ہوئے، تو انھوں نے ایک رات اسلام خان کے ہاں قیام کیا۔ وہیں مولوی عزیز اللہ ججن سے ملاقات ہوئی اور انھیں ایک محفلِ سماع

میں خواجہ نارووالہ پر وارد ہونے والی روحانی کیفیت کا واقعہ سنایا۔

(۱۴۷) مخدوم ناصرالدین کلاں، قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے مرید تھے۔

(۱۴۸) اس کا خلاصہ گلشنِ ابرار میں ص ۲۰۵۔۲۰۶ اور مناقب المحبوبین میں ص ۱۱۳ پر مذکور ہے۔

(۱۴۹) مختلف تذکرہ نگاروں [مثلاً: امام بخش مہاروی۔ مخزنِ چشت: ص ۳۸۱] نے حافظ محمد سلطان پوری اور خواجہ نارووالہ کو ہم درس لکھا ہے، حالاں کہ یہ درست نہیں۔ قدیم تر ماخذ خیر الاذکار ہے۔ اس کے مؤلف نے حافظ صاحب کو خواجہ نارووالہ کا شاگرد لکھا ہے اور یہی قرینِ صواب ہے۔

(۱۵۰) مثنویِ معنوی فارسی ادبیات کا شاہکار ہے۔ مولانا روم نے اس میں تمثیل اور علامت کے پیرائے میں متصوفانہ تجربات و مشاہدات کو اس طرح تخلیقی جمالیات سے مزین کیا ہے کہ مابعد کے تمام متصوفین اور تخلیق کار اس کی رعنائی خیال اور حسنِ آہنگ کی جلوہ گری میں محو رہے اور آج بھی ہیں۔

(۱۵۱) خیر پور ٹامیوالی بہاول پور کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ یہاں سلسلۂ چشتیہ کے معروف بزرگ خواجہ خُدا بخش کا مزارِ پُر انوار مرجعِ خلائق ہے۔

(۱۵۲) یہ پورا واقعہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۶۔۱۰۷ اور مخزنِ چشت کے ص ۳۸۲۔۳۸۳ پر آیا ہے۔ عالم فقری نے اس واقعے کا ترجمہ اپنی کتاب اولیائے پاکستان کی جلد دوم کے ص ۱۳۹۔۱۴۰ پر کیا ہے۔

(۱۵۳) یہ واقعہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۷ اور مخزنِ چشت کے ص ۳۷۰ پر نقل ہوا۔

(۱۵۴) یہ واقعہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۰۷ اور ۱۱۶ پر دوبار آیا ہے۔

(۱۵۵) قدیم زمانے میں بہاول پور، چشتیاں اور مظفر گڑھ کا کچھ علاقہ کچھی کے نام سے موسوم رہا ہے۔ اسے طرفین (Directions) کے اعتبار سے شرقی، غربی، شمالی اور جنوبی میں منقسم کیا جاتا ہے۔ چشتیاں شریف کچھی شرقی کی حدود میں واقع ہے۔

(۱۵۶) کوڑا خان ہکڑا بقولِ مولوی محمد گھلوی: خواجہ نارووالہ کے مرید تھے اور ان کی بارگاہِ تقدس مآب میں حسنِ اعتقاد اور اخلاص رکھتے تھے، جب کہ مولوی امام بخش مہاروی نے گلشنِ ابرار میں لکھا ہے کہ: ''کوڑا خان ہکڑا کہ از غلامانِ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بود و بحضرت خلیفہ صاحب اخلاص و اعتقادِ راسخ داشت''۔[ص۲۱۴]

(۱۵۷) میاں محمد فاضل بھٹہ، بخدائی کے نام سے مشہور تھے۔

(۱۵۸) رشحات سے رشحاتِ عین الفنون مطولات مراد ہے۔

(۱۵۹) یہ واقعہ گلشنِ ابرار کے ص۲۱۴ اور ۲۱۵ پر مذکور ہے۔ اس واقعے کا ترجمہ اولیائے پاکستان [جلد دوم] میں شامل ہے۔ رک: ص ۱۴۳۔۱۴۴

(۱۶۰) بخشہ قسمانی بہاول پور کے قریب واقع ہے۔

(۱۶۱) خواجہ محکم دین سیرانی لاہور میں قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے ہم درس رہے۔ ان کے والد کا نام حافظ محمد عارف بن حافظ محمود تھا۔ وہ گوگیرہ [ضلع ساہیوال] کے متوطن تھے۔ اپنے چچا زاد بھائی عبدالخالق اویسی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ۱۱۹۷ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ لطائفِ سیر یہ ان کے احوال و آثار کا قدیم ماخذ ہے۔

(۱۶۲) اولیائے بہاول پور کے مصنف مسعود حسن شہاب نے لطائفِ سیریہ کے حوالے سے میاں محکم دین سیرانی کے وصال کا حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے: ''انتقال سے کچھ عرصہ قبل آپ خراسان کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ ابھی تلیری کے مقام تک پہنچے تھے کہ منزلِ سفر تبدیل کر کے جنوب کی طرف چل دیے اور کچھی میں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے محوِ استراحت ہوئے۔ یہاں سے کاٹھیاوار کا رخ کیا اور داہر جی پہنچے۔ جہاں آپ کے مریدوں اور معتقدوں کی کافی تعداد تھی۔ کئی دن تک اس علاقے کی سیاحت کے بعد آپ نے ربیع الآخر ۱۱۹۷ھ کے شروع میں مراجعتِ وطن کا ارادہ کیا۔ معتقدین کو جب آپ کے اس ارادے کا پتا چلا، تو انھوں نے اس خیال

سے کہ اگر آپ بعدِ وفات کاٹھیاوار کے علاقے میں دفن ہوں، تو وہ دور دراز کی مسافت سے بچ جائیں گے۔ آپ کو وہیں ہلاک کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پروگرام کے تحت حافظ محمد کوکی نے جو آپ کے مریدوں میں سے تھا۔ ایک شب اپنے ہاں قیام اور دعوتِ طعام کی استدعا کی۔ آپ نے یہ درخواست قبول فرمالی۔ رات کو جو کھانا آپ کی خدمت میں پیش کیا، اس میں زہر گھلا ہوا تھا۔ چنانچہ اِدھر نوالہ حلق سے نیچے اترا، اُدھر زہر نے اپنا کام کیا۔ جب وقتِ اخیر آیا، تو آپ نے نصیحت کی کہ حافظ محمد کوکی کو کسی قسم کا آزار نہ پہنچایا جائے۔ کسی جگہ ایک گڑھا کھود کر نعش دفن کر دینا۔ دس روپے حافظ کوکی کو اپنی گرہ سے دے کر کہا کہ: پانچ روپے میرے کفن پر صرف کرنا اور پانچ روپے خیرات کر دینا۔ جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کر رہی تھی، تو آپ کے سینے سے ھو ھو کی آواز نکل رہی تھی۔ نمازِ جنازہ میں شہر کے کثیر لوگوں نے شرکت کی۔ آدھی رات کے قریب ٦ ربیع الآخر ۱۱۹۷ھ کو سپردِ خاک کر دیے گئے۔

اگرچہ حافظ کوکی نہ چاہتا تھا، لیکن ابوطالب اور شیخ نھتو (مریدان) نے آپ کی وفات کی اطلاع بذریعہ مراسلہ بہاولپور بھیج دی۔ مراسلہ تقریباً ٦ ماہ بعد شوال کے مہینے میں بہاولپور پہنچا۔ اطلاع ملتے ہی صاحبزادہ میاں اویس بخش اور حاجی محمد اعظم اٹھوال داہرجی بندر روانہ ہو گئے۔ ادھر بہڈی شریف کے اعزا پہلے بہاولپور آئے اور یہاں سے داہرجی روانہ ہوئے۔ جب یہ جماعت داہرجی بندر پہنچی، تو صفر کی ۵ تاریخ تھی۔ تقریباً بیس دن اس حجت میں گزر گئے کہ آپ کا تابوت بہاولپور لے جایا جائے، یا وہیں رہنے دیا جائے۔ آخر ۲۵ صفر کو آپ کی نعش قبر سے نکالی گئی، جو اس وقت تک صحیح وسالم تھی۔ دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کے اعزا جنازہ لے کر بہاولپور پہنچے اور گوٹھ بخشا قسمانی کے جنوب میں پانچ کوس کے فاصلے پر گوٹھ جیا پوتی داد پوترہ میں آپ کا مرقد تیار کیا گیا۔" اولیائے بہاول پور: مسعود حسن شہاب: بہاول پور، اردو اکیڈمی: بار دوم ۱۹۸۸ء: ص ۲۷۱۔۲۶۹]

(۱۶۳) میاں محکم دین سیرانی کو جس گوٹھ میں دفن کیا گیا، آج کل وہ خانقاہ شریف کے نام سے مشہور ہے۔ [ماخوذ از: اولیائے بہاول پور: ص ۱۷۱]

(۱۶۴) مولوی محمد حسین چنڑ، قبلۂ عالم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کا گاؤں بہاول پور شہر کے قریب واقع ہے۔

(۱۶۵) دیوانِ حافظ مرتبہ محمد رحمت اللہ رعد: لاہور، شیخ مبارک علی: س۔ن: ص ۸۸

(۱۶۶) حافظ یوسف، سلطان پور میں رہائش پذیر تھے۔ انھوں نے حافظ محمد سلطان پوری [خلیفہ شاہ فخر جہاں] کے جسدِ اقدس کو غسل دیا تھا۔

(۱۶۷) یہ شعر مولانا نظام الدین نظامی گنجوی کے سکندر نامے کا ہے۔

(۱۶۸) خواجہ نارووالہ نے مرگ وحیات کے مابین جو فرق بیان فرمایا، اس کا خلاصہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۵ پر مذکور ہے۔

(۱۶۹) حافظ محمد سلطان پوری کے صاحبزادے میاں محمد مسعود کی طرف اشارہ ہے، جن کے پاس حافظ صاحب کی تعزیت کے لیے خواجہ صاحب نارووالہ تشریف فرما ہوئے تھے۔

(۱۷۰) خیر پور سادات، علی پور [ضلع مظفر گڑھ] سے جنوب کی طرف سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ دریائے سندھ اور چناب سے بھی اس کا فاصلہ اتنا ہی ہے۔ پرانے زمانے میں یہ قصبہ بہت اہم رہا ہے۔ ۱۸۴۴ء میں اسے میونسپل کمیٹی کا درجہ ملا اور ۱۹۰۹ء تک اس کی یہ حیثیت برقرار رہی۔ [ماخوذ از: ضلع مظفر گڑھ...... تاریخ، ثقافت تے ادب: سجاد حیدر پرویز: لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ: مئی ۱۹۹۹ء، ص ۸۶]

(۱۷۱) خیر الاذکار نسخۂ اجمل اور نسخۂ پنجاب یونی ورسٹی میں یہ واقعہ یوں آیا ہے: "شخصی بعد از نمازِ عشاء کہ مالشِ اندامِ مبارکِ ایشان میکرد و خود دراز خفتہ بودند۔ ناگاہ یک انگشتِ پای مبارک را بدست گرفتہ کشد۔ خود بدولت پای را بخود کشیدند و بیان فرمودند کہ: فرقعۂ اصابعِ انگشتانِ

دست و پای مکروہ است......''۔

(۱۷۲) اس مسئلے کی تلخیص مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۵ پر مرقوم ہے۔

(۱۷۳) قریۂ رستم بلوچ، سلطان پور (ضلع مظفر گڑھ) کے قریب ایک قصبہ ہے۔ اس میں خواجہ نارووالہ کے بہت سے عقیدت گزار رہائش پذیر تھے۔ جب خواجہ صاحب موصوف سلطان پور میں حافظ محمد کی تعزیت کے لیے گئے، تو ایک رات اس بستی میں قیام فرما ہوئے۔

(۱۷۴) حافظ محمد اور حافظ نور محمد دونوں بھائی خواجہ صاحب نارووالہ کے عقیدت گزار تھے۔ وہ سلطان پور کے متوطن تھے۔ جب خواجہ صاحب سلطان پور میں حافظ محمد سلطان پوری کی تعزیت کے سلسلے میں جلوہ فرما ہوئے، تو انھوں نے خواجہ صاحب اور ان کے رفقا کے لیے دعوت کا اہتمام کیا تھا۔

(۱۷۵) میاں خضر سندھی، خواجہ نارووالہ کے مرید اور خیر الاذکار کے مؤلف کے عزیز دوست تھے۔

(۱۷۶) میاں عبدالکریم، غازی خان کورائی داد پوترہ کے ملازم تھے۔ جب خواجہ نارووالہ حاجی پور سے سلطان پور کے لیے عازمِ سفر ہوئے، تو میاں صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ سلطان پور تک ان کے ساتھ گئے اور حافظ محمد کے مزارِ فیض آثار کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

(۱۷۷) قریۂ رمانیاں، گڑھی اختیار خان (ضلع رحیم یار خان) کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔

(۱۷۸) خیر الاذکار کے دیگر نسخوں کے علاوہ مناقب المحبوبین اور گلشنِ ابرار میں مولوی صاحب کا نام مولوی احمدی واعظ آیا ہے۔

(۱۷۹) حاجی محمد اکرم، قبلۂ عالم کے مرید تھے۔

(۱۸۰) حافظ احمد، حافظ اسمٰعیل جیو کے صاجزادے اور جید عالم تھے۔

(۱۸۱) میاں محمد فاضل ایک جنونی شخص تھا۔ وہ کسی بھی سلسلے میں کسی صاحبِ ارشاد سے بیعت نہ تھا، لیکن اپنے تئیں صاحبِ عرفان اور صاحبِ کمال جانتا تھا۔ کتنے ہی لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ خیر الاذکار میں اس کی کرشمہ سازی کا ایک واقعہ نقل ہوا، جس کی بدولت اسے شیخ مُرائی کے لقب سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۱۸۲) صحتِ بیعت اور خلافت کا فائدہ خلاصے کی صورت میں مناقب المحبوبین کے مؤلف نے خیر الاذکار کے حوالے سے اپنی کتاب کے ص ۱۱۵ پر ارقام فرمایا۔

(۱۸۳) نواب صاحب کی یہ رائے گلشنِ ابرار کے ص ۱۹۶ اور مناقبِ فخریہ کے ص ۲۹ پر بھی نقل ہوئی۔

(۱۸۴) یوسف:۳۱

(۱۸۵) مولانا فخر الدین محمد دہلوی کا یہ قولِ جمیل مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۳ اور گلشنِ ابرار کے ص ۱۹۶ پر نقل ہوا۔

(۱۸۶) میاں غلام محمد، علی پور ناہر کے رہنے والے تھے۔ خواجہ نارووالہ جب کبھی اس علاقے میں جلوہ گر ہوتے، تو میاں صاحبِ موصوف سے مثنویِ معنوی میں مذکور صدر جہاں کا قصہ ضرور سنتے۔

(۱۸۷) علی پور آج کل مظفر گڑھ کی ایک تحصیل ہے۔ یہ مظفر گڑھ شہر سے ۵۱ میل جنوب کی طرف واقع ہے۔ دریائے چناب سے اس کا فاصلہ ۶ میل اور دریائے سندھ سے ۱۵ میل ہے۔ سجاد حیدر پرویز رقم طراز ہیں کہ: ”علی پور اُتے نہراں دے مخدوماں دی حکومت رہ گئی۔ ۱۷۹۰ء وچ نواب بہاولپور نے اتھاں قبضہ کر گھدا۔ ۱۸۳۷ء وچ ٹاؤن کمیٹی بنی۔ پنجاب دے پنجے دریا جتھاں کٹھے تھیندے ہن، اُتھوں (پنجند) چھی ست میل دور علی پور واقع ہے۔“ [ضلع مظفر گڑھ......تاریخ، ثقافت تے ادب: ص ۸۴-۸۳]

(۱۸۸) مؤلفِ خیر الاذکار نے اس قصے کے ضمن میں مثنوی کی جلد اوّل کا حوالہ دیا ہے، حالاں کہ یہ قصہ جلد سوم میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو قصۂ مذکور: [مثنویِ معنوی (دفتر سوم): اسلام آباد، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان: ۱۹۷۷ء، ص ۴۳۶ تا ۴۴۵]

(۱۸۹) محمد بخش، میاں محمد جوئیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ سیت پور کے سفر میں خواجہ نارووالہ کے ہمراہ تھے۔ ان کے سامنے خواجہ صاحب کے انتقالِ پُر ملال کا واقعہ پیش آیا۔ نواب غازی الدین خان نظام نے ان کے حوالے سے خواجہ نارووالہ کے ارتحال کا واقعہ روایت کیا۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بخش، خواجہ نارووالہ کے دامنِ رحمت سے وابستہ تھے۔ خیر الاذکار مکتوبہ مولوی خدا بخش چوہان میں محمد بخش کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ وہ نواب صاحب کے چھوٹے بھائی معلوم ہوتے ہیں: ''از نواب غازی الدین شنیدہ یاد دارم کہ وی از زبانِ محمد بخش برادرِ خود واز میاں محمد جوئیہ نقل می کرد۔'' [خیر الاذکار: برگ ۱۷ 'الف'] خیر الاذکار کے دیگر تینوں نسخے اس سقم سے پاک ہیں، لہٰذا متن کو ان نسخوں کے تناظر میں درست کر دیا گیا ہے۔

(۱۹۰) شاہ پور، نالہ قطب واہ [ضلع راجن پور] کے قریب ایک بستی ہے۔

(۱۹۱) یہ حصہ مناقب المحبوبین کے ص ۱۱۵۔۱۱۴، گلشنِ ابرار کے ص ۲۱۸ اور مخزنِ چشت کے ص ۳۸۵ پر نقل ہوا۔ اس واقعے کا اردو ترجمہ عالم فقری کی کتاب اولیائے پاکستان کی دوسری جلد کے ص ۱۴۸۔۱۴۹ میں آیا ہے۔

اشاریہ

شخصیات:

حافظ یوسف=۹۲

خواجہ ابواحمد چشتی=۵۱

خواجہ ابواسحٰق چشتی=۵۱

خواجہ ابومحمد چشتی=۵۱

خواجہ ابویوسف چشتی=۵۰

خواجہ عثمان ہرونی=۴۵،۴۹

خواجہ فخر الدین محمد دہلوی [حضورِ اعلیٰ، مولانا صاحب، آنحضرت]=۳۹،۴۰،۴۱،۴۲،۴۳،۴۴،۴۵،

۴۷،۴۹،۵۱،۵۴،۷۹،۸۲،۸۳،۸۵،۸۶،۹۰،۹۳،۹۴،۹۷

خواجہ فریدالحق والدین گنجِ شکر=۴۷،۵۰،۷۷،۷۸

خواجہ قطب الدین بختیار=۴۵،۴۹،۵۰

خواجہ معین الحق والدین اجمیری [خواجۂ بزرگ]=۴۰،۴۲،۴۵،۴۹

خواجہ ممشاد دینوری=۴۹

خواجہ مودود چشتی=۵۰

خواجہ نصیرالدین چراغ=۴۴،۴۵،۴۶،۵۰،۹۳

خواجہ نظام الدین اولیاء [سلطان المشائخ]=۴۴،۴۵،۴۶،۵۰،۵۱

خواجہ نور محمد ثانی [قبلۂ من، قبلۂ ما]= ۳۷،۳۸،۳۹،۴۴،۴۵،۴۷،۵۱،۵۲،۵۳،۵۴،۵۵،۵۹،

۵۸،۶۲،۶۴،۶۵،۶۶،۶۷،۶۸،۶۹،۷۰،۷۱،۷۲،۷۳،۷۴،۷۵،۷۶،۷۷،۷۸،۷۹،۸۰،۸۱،

۸۲،۸۳،۸۴،۸۵،۸۷،۸۸،۸۹،۹۳،۹۴،۹۵،۹۶،۹۷،۹۸،۹۹

خواجہ نور محمد مہاروی [قبلۂ عالم، حضورِ اعلیٰ]=۳۸،۳۹،۴۴،۴۶،۴۷،۴۸،۴۹،۵۱،۵۲،۵۳،۵۴،

۵۵،۵۶،۵۷،۶۴،۶۵،۶۸،۶۹،۷۱،۷۶،۷۷،۷۸،۷۹،۸۰،۸۱،۸۲،۸۳،۸۴،۸۵،۸۶،

۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۷

سلطان سنجر=۴۹

سید حسن=۴۹

سید ظفر علی شاہ=۴۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴

سید محمد شاہ=۶۷

سیدِ کائناتﷺ=۵۷، ۸۹، ۹۰

شاہ احمد یار=۹۷

شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی=۵۱، ۹۳

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی=۵۱، ۸۲

شیخ جمال الدین=۵۱

شیخ حسن محمد=۵۱

شیخ سراج الحق=۵۱

شیخ عبدالقادر جیلانی=۵۷

شیخ محمد قریشی=۶۵

شیخ محمد=۵۱

شیخ محمود=۵۱

شیخ یحییٰ مدنی=۵۱

عبدالغفور لاری=۴۹، ۵۰

عبداللہ خان=۴۴، ۴۶

علی بخش شاہ=۴۰، ۴۲، ۴۴

اماکن:

کتب:

کتابیات

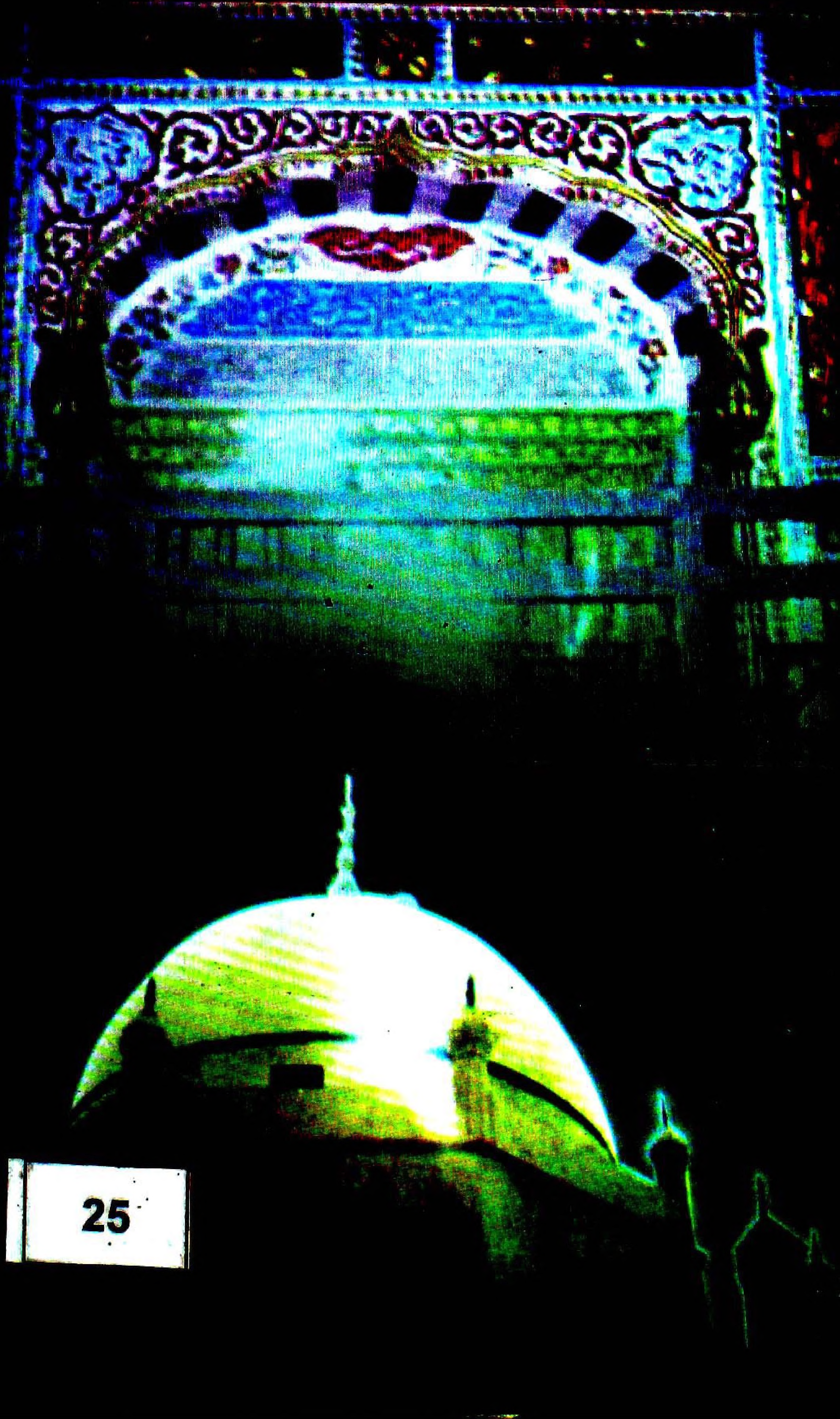
- قرآن کریم
- انتخابِ گلشنِ اسرار[قلمی]:مرتب مولوی خدا بخش چوہان:۱۲۸۸ھ
- اولیائے بہاول پور:مسعود حسن شہاب:بہاول پور، اردو اکیڈمی:۱۹۸۹ء
- پاکستان میں فارسی ادب[جلد پنجم]:لاہور، ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان، دانش گاہِ پنجاب:اوّل ۱۹۹۰ء
- تاریخِ مشائخِ چشت[جلد پنجم]:دہلی، ادارۂ ادبیات:۱۹۸۴ء
- تکملہ سیر الاولیاء:مولوی گل محمد احمد پوری:دہلی، رضوی پریس:۱۳۱۲ھ
- حصن حصین:امام محمد/مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری:لاہور، خزینۂ علم وادب:س۔ن
- خلاصۃ الفوائد:قاضی محمد عمر حکیم:مکتوبہ مولوی خدا بخش چوہان:۱۲۸۸ھ
- خیر الاذکار:مولوی محمد گھلوی:مکتوبہ مولوی خدا بخش چوہان:۱۲۸۸ھ:مملوکہ مولوی محمد رمضان معینی

  فضل بن محمد صدیق اوترا:۱۳۰۷ھ:مملوکہ مولوی محمد رمضان معینی

  مکتوبہ احمد یار بن محمد امین گھلو:س۔ن:مملوکہ پیر اجمل چشتی

  نامعلوم:۱۲۹۲ھ:مملوکہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور
- دیوانِ حافظ:مرتب محمد رحمت اللہ رعد:لاہور، شیخ مبارک علی:س۔ن
- رسالۂ معربات رشیدی:ڈاکٹر عبدالستار صدیقی/ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی:کراچی، ادارۂ یادگارِ غالب:اوّل ۲۰۰۳ء
- شرح تحفۃ النصائح:مولوی محمد گھلوی:لاہور، مطبع محمد:۱۸۸۲ء

- شرحِ جامع مثنویِ معنوی: کریم زمانی: تہران، انتشاراتِ اطلاعات میرداد: ۱۳۷۸ھ ش
- ضلع مظفر گڑھ ......تاریخ، ثقافت تے ادب: سجاد حیدر پرویز: لاہور، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ: مئی ۱۹۹۹ء
- علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات [جلد دوم]: مولانا عبدالقیوم حقانی: اکوڑہ خٹک، موتمر المصنفین: مئی ۱۹۸۹ء
- غنیۃ الطالبین: مترجمہ مولانا راغب رحمانی دہلوی: کراچی، نفیس اکیڈمی: ۱۹۸۹ء
- گلشنِ ابرار [قلمی]: مولوی امام بخش مہاروی: مملوکہ پیر اجمل چشتی، چشتیاں شریف
- مثنویِ معنوی: نکلسن: تہران، نشرِ انتشاراتِ گلی: ۱۳۷۱ھ ش
- مثنویِ معنوی [دفترِ سوم]: اسلام آباد، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان: ۱۹۷۷ء
- مخزنِ چشت [قلمی]: مولوی امام بخش مہاروی: مملوکہ پیر اجمل چشتی، چشتیاں شریف
- مناقب المحبوبین: حاجی نجم الدین: لاہور، مطبع محمدی: ۱۳۱۲ھ
- دریافت: مجلہ شعبۂ اردو نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد: شمارہ ۹
- مکتوبِ رانا غلام یٰسین بنام راقم الحروف: ۲۴-اپریل ۲۰۱۰ء


25